ماہنامہ
معارفِ رضا
کراچی

مسلسل اشاعت کا ستائیسواں سال
جلد: ۲۷ شمارہ: ۱۲
ذیقعد ۱۴۲۸ھ / دسمبر ۲۰۰۷ء

ہدیہ فی شمارہ: -/25 روپے
سالانہ: عام ڈاک سے: -/200 روپے
رجسٹرڈ ڈاک سے: -/350 روپے
بیرونِ ممالک: 30 امریکی ڈالر سالانہ

دائرے میں سرخ نشان ممبر شپ ختم ہونے کی علامت ہے۔
زرِ تعاون ارسال فرما کر مشکور فرمائیں۔

نوٹ

رقم دستی یا منی آرڈر / بینک ڈرافٹ بنام "ماہنامہ معارف رضا" ارسال کریں، چیک قابل قبول نہیں۔
ادارہ کا اکاؤنٹ نمبر: کرنٹ اکاؤنٹ نمبر 45-5214 حبیب بینک لمیٹڈ، پریڈی اسٹریٹ برانچ، کراچی۔

نوٹ: ادارتی بورڈ کا مراسلہ نگار / مضمون نگار کی رائے سے متفق ہونا ضروری نہیں۔ (ادارہ)

25۔ جاپان مینشن، رضا چوک (ریگل)، صدر، پوسٹ بکس نمبر 7324، جی پی او صدر، کراچی 74400۔ اسلامی جمہوریہ پاکستان
فون: 2725150-21-92+ فیکس: 2732369-21-92+
ای۔میل: mail@imamahmadraza.net ویب سائٹ: www.imamahmadraza.net

(پبلشر مجید اللہ قادری نے باہتمام حریت پرنٹنگ پریس، آئی آئی چندریگر روڈ، کراچی سے چھپوا کر دفتر ادارہ تحقیقات امام احمد رضا انٹرنیشنل سے شائع کیا۔)

فہرست

''مقالہ نگار حضرات اپنی نگارشات ہر انگریزی ماہ کی ۱۰ تاریخ تک ہمیں بھیج دیا کریں، مقالہ تحقیقی، مع حوالہ جات ہو، ۵ صفحات سے زیادہ نہ ہو، کسی دوسرے جریدہ یا ماہنامہ میں شائع شدہ نہ ہو۔ اس کی اشاعت کا فیصلہ ادارہ کی مجلسِ تحقیق وتصنیف کرے گی۔'' (ادارتی بورڈ)

نعتِ رسولِ مقبول ﷺ

کلام: اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں فاضل بریلوی علیہ الرحمہ

پل سے اتارو راہ گزر کو خبر نہ ہو
جبریل پر بچھائیں تو پر کو خبر نہ ہو

کانٹا مرے جگر سے غمِ روزگار کا
یوں کھینچ لیجیے کہ جگر کو خبر نہ ہو

فریاد امتی جو کرے حالِ زار میں
ممکن نہیں کہ خیر بشر کو خبر نہ ہو

کہتی تھی یہ بُراق سے اُس کی سبک روی
یوں جایئے کہ گردِ سفر کو خبر نہ ہو

فرماتے ہیں یہ دونوں ہیں سردارِ دوجہاں
اے مرتضیٰ! عتیق و عمر کو خبر نہ ہو

ایسا گُمادے ان کی وِلا میں خدا ہمیں
ڈھونڈھا کرے پر اپنی خبر کو خبر نہ ہو

آدِل حرم کو روکنے والوں سے چھپ کے آج
یوں اٹھ چلیں کہ پہلو و بر کو خبر نہ ہو

طیر حرم ہیں یہ کہیں رشتہ بپا نہ ہوں
یوں دیکھیے کہ تارِ نظر کو خبر نہ ہو

اے خار طیبہ دیکھ کہ دامن نہ بھیگ جائے
یوں دل میں آکہ دیدۂ تر کو خبر نہ ہو

اے شوقِ دل یہ سجدہ گر اُن کو روا نہیں
اچھا وہ سجدہ کیجئے کہ سر کو خبر نہ ہو

ان کے سوا رضاؔ کوئی حامی نہیں جہاں
گزرا کرے پسر پہ پدر کو خبر نہ ہو

منقبتِ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں علیہ الرحمہ

کلام: کوثر بریلوی

علمِ وحدت کے ہیں بحرِ بیکراں احمد رضا
واقفِ رازِ شریعت بے گماں احمد رضا

یہ کسی کو کیا بتاؤں، ہیں کہاں احمد رضا؟
جو جہاں سے بھی پکارے، ہیں وہاں احمد رضا

آپ کی نسبت ملی جس کو، وہ عالم ہوگیا
علم اور انسان کے ہیں درمیاں احمد رضا

بھٹکیں ہم راہِ شریعت سے، یہ ممکن ہی نہیں
رہبرِ کامل ہیں میرِ کارواں احمد رضا

ہر حقیقت کی حقیقت ہے حقیقت آپ کی
ہیں ہزاروں داستاں کی داستاں احمد رضا

اپنے بیگانے سے ہے ان کی توجہ بالا تر
سارے عالم پر ہیں یکساں مہرباں احمد رضا

آپ کے علم و ہنر کی ہر جگہ مہکار ہے
اللہ اللہ گلستاں در گلستاں احمد رضا

مسئلے جتنے بھی ہیں، سب آپ نے حل کردیئے
امتحانِ دینِ حق میں کامراں احمد رضا

چاہتے ہیں دل سے عشاقِ رسول اللہ کو
منکروں کے حق میں تیغِ بے اماں احمد رضا

علمِ دینِ حق میں ٹھہراؤ نہ آئے گا کبھی
علم کے دریا کی ہیں موجِ رواں احمد رضا

تو محبت سے رضاؔ کی منقبت لکھ تو سہی
تجھ کو بھی کردیں گے کوثرؔ علم داں احمد رضا

لال قلعہ سے لال مسجد تک

اپنی بات

صاحبزادہ سید وجاہت رسول قادری کے قلم سے

قارئین کرام!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

ماہِ جولائی میں لال مسجد کا سانحہ پاکستان کی تاریخ کی ایک ایسی ٹریجڈی ہے جس کے دُور رس اثرات بے حد و بے حساب ہیں۔ مسلمانانِ پاکستان ہی نہیں بلکہ عالمِ اسلام کے مسلمانوں کے لیے بھی یہ بات نہایت ہی قابلِ افسوس اور سخت صدمے کا باعث ہے کہ ایک عبادت گاہ (مسجد) کو گولہ بارود کے ذخیرہ خانہ یا جنگی قلعے میں تبدیل کیا گیا، لال مسجد اور ملحقہ مدرسہ حفصہ سے جدید اسلحہ کی نہ صرف نمائش کی گئی بلکہ معصوم طالب عالم بچوں، بچیوں، مرد اور عورتوں کو یرغمال بنا کر اپنے مقاصد کے حصول کے لیے دہشت گردی کا بدترین مظاہرہ کیا گیا۔ مملکت کے اندر ایک مملکت بنائی گئی، حکومتِ وقت کی رِٹ کو چیلنج کیا گیا۔ اپنی من پسند کی شریعت نافذ کرنے کے لیے خواتین اور مرد طلباء کی ڈنڈا بردار اور پستول بردار ''پولیس'' ٹولیاں بنائی گئیں، جو لال مسجد کے اردگرد کے علاقوں اور بازاروں میں گشت کرتی تھیں، ملکی اور غیر ملکی خواتین، مردوں اور پولیس کو بازاروں، شاہراہوں، دکانوں اور حتیٰ کہ گھروں کے اندر گھس گھس کر اغوا کیا گیا اور انہیں لال مسجد میں حبسِ بے جا میں رکھا گیا۔ لال مسجد میں قائم عدالت سے سزائیں سنائی گئیں، سیکیورٹی فورسز پر فائرنگ کی گئی، پبلک عمارات کو آگ لگائی گئی، جس پر مجبوراً سیکیورٹی فورسز نے گھیراؤ کر کے ایک ہفتہ تک انہیں وارننگ دی۔ پھر مذاکرات کی ناکامی پر وہ کچھ ہوا جو پاکستان کی تاریخ میں کبھی نہیں ہوا تھا جس کی تمام تر ذمہ داری لال مسجد کی انتظامیہ اور وفاق المدارس کے کرتا دھرتا اور پسِ پردہ حکومتی اداروں میں ان کے ہمدردوں پر عائد ہوتی ہے۔ نتیجتاً سیکڑوں بے گناہ معصوم جانوں کو آگ اور خون کے دریا کی بھینٹ چڑھا دیا گیا اور لطف کی بات یہ ہے کہ یہ سب کچھ اسلام کے مقدس نام پر کیا گیا۔ نام نہاد ''جہاد'' میں فتح سے قبل ہی دہشت پسندوں کے دونوں سرداروں عبدالعزیز اور عبدالرشید نے ''غازی'' کے لفظ کا لاحقہ اپنے نام کے آگے لگا لیا۔ حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ:

دونوں ہی ننگِ ملت، دونوں وطن کے باغی
عبدالعزیز ''برقع''، عبدالرشید ''غازی''

پھر دنیا نے براہِ راست ٹیلی ویژن (Live Media) اسکرین پر دیکھا کہ لال مسجد کے ''مجاہدین'' کا کمانڈر انچیف، ''خیالی اسلامی حکومت'' کا ''امیر المؤمنین''، ''خود ساختہ اسلامی عدالت'' کا ''قاضی القضات'' جس نے ''شہادت'' کا جامِ شیریں پینے اور جنت کی حوروں کے استقبال کے تین سو سے زیادہ مبشرات بیان کیے تھے، جامعہ حفصہ سے نکلنے والی نوجوان طالبات کے جھرمٹ میں بزدلوں کی طرح برقع پہن کر فرار ہوتے ہوئے پکڑا گیا۔ بھلا گستاخانِ رسول ﷺ کو کبھی مبشرات ہو سکتے ہیں؟ ہاں شیطانی الہامات ہوں تو تعجب نہیں!

جب ہی اللہ تعالیٰ نے خود اس کو اپنے مبشرات کے جھوٹے ہونے کی دلیل بنا دیا اور اس نے خود بھی پوری دنیا کے لیے میڈیا

اسکرین پر ''نقابِ رُخ'' الٹ کر قرآن مجید فرقان حمید کی آیاتِ کریمہ:

وُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ عَلَيْهَا غَبَرَةٌ O تَرْهَقُهَا قَتَرَةٌ O

(ترجمہ: اور کتنے مونہوں پر اس دن گرد پڑی ہوگی، ان پر سیاہی چڑھ رہی ہے۔[عبس: ۸۰/۴۰،۴۱]) کی عملی تفسیر اپنا اصل چہرہ دکھا کر پیش کی، وہ چہرہ جس کی تصویر آج سے قبل دنیا کی کسی بھی الیکٹرونک میڈیا کا کیمرہ نہ اتار سکا، آج اس نے خود اپنے اترے ہوئے چہرے کی اصل تصویر دکھا کر ملت اسلامیہ کو افسردہ و شرمندہ اور ملت کفر کو فرخندۂ ''بآں میوۂ رسیدہ'' بنادیا۔ پھر کیا تھا، ملتِ کفر نے جسے عصرِ حاضر کی زبان میں ''صیہونی لابی'' کہتے ہیں، اپنے ہر چینل پر اس تنگِ دین، تنگِ وطن، تنگِ ملت کے چہرۂ غَبَـرَۃ قَتَـرَۃ کی ہر ہر زاویئے سے خوب خوب تصویر کشی کی اور ہر تجزیہ نگار حافظ علیہ الرحمۃ کے اس شعر کے بموجب:

بس شکر باز گویم در بندگی خواجہ
گر اوفتد بدستم آں میوۂ رسیدہ

اس ''میوۂ رسیدہ'' کے حصول پر خوب خوب بغلیں بجاتا اور منحوس چہرہ کو ملتِ اسلامیہ اور علماءِ ملت اسلامیہ کا اصلی چہرہ قرار دینے کے لیے ایڑی چوٹی کا زور لگاتا اور اسلام کو دہشت گرد مذہب قرار دینے کے لیے دور دور کی کوڑی لاتا اور ان تبصروں کو بار بار نشر کر کے مسلمانوں کا خون کھولاتا۔ لال مسجد اور اس کے ملحقہ مدرسہ حفصہ سے گولہ بارود کا جو ذخیرہ نکلا، کلاشنکوف، مشین گن، ہینڈ گرینیڈ، راکٹ اور راکٹ لانچر پیڈ، مائنز، دیسی بم بنانے کے سامان، مدرسہ حفصہ کی وسیع و عریض عظیم چھ منزلہ عمارت میں تہ خانہ در تہ خانہ، اس کی قلعہ نما دیواریں کہ ڈائنامائٹ لگانے سے بھی نہ گر پائیں، ان سب نے دنیا پر ثابت کر دیا کہ لال مسجد اور غصب شدہ زمین پر اس کی اسلحہ کے زور پر توسیع اور مدرسہ حفصہ کی سی۔ڈی۔اے سے بلا اجازت منظوری تعمیر، ایک سوچے سمجھے طویل المدت منصوبہ کا حصہ تھی جس کا مقصد کسی بھی سازگار وقت میں اسلام آباد پر قبضہ کر کے ''امیر المؤمنین عبد العزیز برقع'' کی

امارت اور ایک دیوبندی وہابی اسٹیٹ کے قیام کا اعلان تھا۔ لال مسجد کے سانحہ اور اس کے بعد کے حالات و واقعات سے اب یہ بات اظہر من الشمس ہوگئی اور ملکی غیر ملکی پرنٹ اور الیکٹرونک میڈیا میں بار بار دہرائی گئی اور اب بھی کہی جارہی ہے کہ نہ صرف لال مسجد اور مدرسہ حفصہ کی انتظامیہ اور اس میں تعینات مسلح دہشت گرد طالبان کا تعلق پاکستان میں نجدی عقائد کے ناشر فرقہ دیوبندیہ سے ہے کیونکہ لال مسجد، مدرسہ حفصہ، مدرسۂ فریدیہ اور لال مسجد کی انتظامیہ سے ملحقہ دیگر ۲۸ مدارس جن کے متعلق حکومت جمہوریۂ اسلامیہ پاکستان کی سیکرٹ ایجنسیوں کی خفیہ رپورٹ اخبارات میں شائع ہو چکی ہے، ان سب کا الحاق دیوبندی مدارس کی تنظیم وفاق المدارس سے ہے۔ خود وفاق المدارس کی مجلس عاملہ نے نہ صرف اسے تسلیم کیا بلکہ لال مسجد پر سیکیورٹی فورسز کے پولیس ایکشن سے قبل اور بعد انہوں نے لال مسجد انتظامیہ کی حمایت میں زور دار بیانات جاری کیے اور ''برقع برادران'' اور دیگر دہشت گردوں کو ''محفوظ راستہ'' فراہم کرنے کے لیے وزیرِ اعظم، صدرِ مملکت اور حکومتی نمائندوں پر اثر انداز ہونے کی بھرپور کوشش بھی کرتے رہے۔ یہ بات اخبارات کی فائلوں اور الیکٹرونک میڈیا کی سی۔ڈی میں ریکارڈ ہے۔ اس سے وہی انکار کر سکتا ہے جو دن کو نصف النہار کے وقت آسمان پر سورج کے چمکنے کا انکار کرے۔ لہٰذا جتنے بھی کلاشنکوف بردار طالبان نظر آتے ہیں ان سب کا تعلق دیوبندی فرقہ سے ہے اور وہ انہی کہ مدرسہ سے پڑھے ہوئے ہیں، وہیں کے پروردہ ہیں یا اب بھی وہاں بطور طالبعلم پرورش و تربیت پا رہے ہیں جبکہ الحمدللہ اہلِ سنت و جماعت کی تنظیم، تنظیم المدارس سے ملحقہ کسی بھی دار العلوم کا کوئی طالبعلم چھری بردار بھی نظر نہیں آئے گا۔

یہاں ہم یہ بھی وضاحت کر دیں کہ ''ہم سخن فہم ہیں، غالب کے طرفدار نہیں''۔ ہم نہ حکومت وقت کے حریف ہیں نہ حلیف اور نہ ہمارے کوئی اور سیاسی عزائم ہیں۔ ہم دین حقہ کے خدمت گذار ہیں۔ ہم نے ہر غلط کام پر حکومت کی تنقید کی ہے۔ خواہ وہ کشمیر کی آزادی کا

معاملہ ہو، آزادیٔ خواتین بل کا یا ملک میں نفاذِ شریعت کا یا نام نہاد ''روشن خیالی'' کے فروغ کا یا پاکستان کے استحکام کا، معارفِ رضا کے اداریئے اور مضامین اس پر شاہدِ عدل ہیں۔ ہمارے بزرگوں نے ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی میں بھرپور حصہ لیا اور بے مثال قربانیاں دیں جو تاریخ میں مرقوم ہے۔ آل انڈیا سنی کانفرنس کے پلیٹ فارم سے آزاد مسلم مملکت کی تحریک شروع کی گئی تو پاکستان کی تحریک میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ اس تحریک کو کامیابی سے ہمکنار کرتے وقت اس کا ہراول دستہ ہم ہی تھے۔ اس لیے جس تحریک یا اقدام سے استحکامِ پاکستان کو نقصان پہنچنے کا اندیشہ ہو یا مملکتِ خداداد کے حصول کے مقاصد میں رخنہ آئے، یا قرآن و سنہ کے خلاف آئین سازی کی کوشش کی جائے، ہم اس کی مخالفت کریں گے۔ لہٰذا لال مسجد کے واقعات کے پسِ پردہ جو عوامل سامنے آئے ہیں ہم اس پر بھی اسی نکتۂ نظر سے روشنی ڈالیں گے تاکہ قارئین کرام اس کے پسِ منظر اور پیشِ منظر کے مختلف پہلوؤں سے واقف ہوسکیں اور انہیں اپنی رائے قائم کرنے میں آسانی ہوجائے۔

سب سے پہلی بات تو یہ ہے کہ حادثۂ لال مسجد (Lal Masjid Episode) کے ذمہ دار کون لوگ ہیں؟

۱۔ زعمائے فرقۂ وہابیہ نجدیہ
۲۔ حکمران
۳۔ حکومتی ایجنسیاں
۴۔ بیرونی حکومتیں اور ایجنسیاں

جب ہم تاریخ کے تناظر میں وہابیہ نجدیہ کا تحقیقی اور معروضی جائزہ لیتے ہیں تو یہ بات کھل کر سامنے آتی ہے کہ اس کی بنیاد ہی شدت پسندی، فتنہ و فساد، دہشت گردی اور قتل و غارت گری پر رکھی گئی ہے۔ چنانچہ برصغیر پاک و ہند کی ایک نہایت معتبر و مستند اور غیر جانبدار شخصیت جن کا سنی، دیوبندی، وہابی سب ہی احترام کرتے ہیں، یعنی حضرت علامہ مولانا شاہ زید ابوالحسن فاروقی مجددی نقشبندی علیہ الرحمۃ (پ ۱۳۲۴ھ/۱۹۰۶ء) تحریر فرماتے ہیں کہ شیخ محمد بن عبدالوہاب نجدی (پ ۱۱۱۱ھ/ ۱۶۹۹ء یا ۱۱۱۵ھ/۱۷۰۳ء۔ م ۱۲۰۶ھ/۱۷۹۲ء) جو وہابیہ فرقہ کے بانی ہیں، پر سب سے زیادہ نکیر (مخالفت) دو باتوں کی وجہ سے کی گئی ہے:

ایک: صرف تلفیقاتِ بلا دلیل کے (جھوٹی باتوں کو بنا کر بیان کرکے) اہلِ جہاں کو کافر قرار دینا اور اس سلسلے میں علامہ سید داؤد بن سلیمان نے انصاف کے ساتھ ان کا رد لکھا ہے۔

دوم: بغیر کسی حجت اور دلیل کے معصوم خون کا بہانہ اور اس کام میں ان کا توغّل۔ [۱]

حضرت زید فاروقی رحمۃ اللہ علیہ مزید لکھتے ہیں کہ شیخ محمد بن عبد الوہاب کے مذہب کی تحقیق اس وقت کے دو اماموں علامہ بدر الملۃ سید محمد بن اسماعیل الامیر الصنعانی اور شیخ مربد التمیمی نے کی۔ ان کا بیان ہے کہ ''ہمارے پاس محمد عبدالوہاب کے بعض رسالے بھی پہنچے ان رسالوں میں اہلِ ایمان کو کافر قرار دینے اور ان کو قتل کرنے اور ان کے مال لوٹنے کا بیان ہے۔ محمد بن عبدالوہاب کے رسالوں کو پڑھ کر اور ان کے احوال سن کر ہم کو یقین ہوگیا اس شخص کو شریعت کے صرف ایک حصہ کا علم ہے اور وہ بھی (اس نے) دقیق نظر سے نہیں دیکھا ہے اور نہ کسی باکمال سے پڑھا ہے کہ وہ اس کو صحیح راستہ پر لگاتا اور مفید علوم سے آگاہ کرتا اور تفقہ اور دقیق سنجی کی راہ پر لگاتا۔'' [۲]

اور سید محمد امین بن عمر معروف بہ ابنِ عابدین نے ''درمختار'' کی شرح ''ردالمحتار'' مطبوعہ ۱۲۴۹ھ کی تیسری جلد ''باب البغات'' ص ۳۹ میں لکھا ہے:

''جیسا کہ ہمارے زمانہ میں پیش آیا ہے کہ نجد سے عبدالوہاب کے پیروان نکلے اور انہوں نے حرمین پر قبضہ کیا۔ وہ اپنے کو اگرچہ حنبلی کہتے ہیں لیکن ان کا عقیدہ یہ ہے کہ مسلمان صرف وہی ہیں، جو بھی ان کے عقائد کے خلاف ہو وہ مشرک ہے بنابریں انہوں نے اہلِ سنت اور ان کے علماء کو قتل کرنا مباح قرار دیا ہے۔ تا آں کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی

شوکت اور طاقت توڑی، ۱۲۳۳ھ میں مسلمان افواج کو ان پر فتح دی اور ان کا وطن برباد کیا۔'' ۳

امام عبد اللہ بن عیسیٰ بن محمد صنعانی نے ۱۲۱۸ھ میں کتاب ''السیف الهندی فی أبانة طريقة الشيخ النجدی'' لکھی ہے۔ وہ لکھتے ہیں کہ محمد بن عبد الوہاب، عبد العزیز نجدی کے محلّہ میں فروکش ہوئے، عبد العزیز نے بیعت کی اور وہاں کے لوگ ان کے مددگار ہوئے۔ ان لوگوں نے درعیہ کے قرب و جوار کے بستیوں میں اپنا مسلک پھیلایا۔ جب محمد بن عبد الوہاب کے ساتھ ایک قوی جماعت ہوگئی: قَرَّرَ لَهُمْ أَنَّ مَنْ دَعَا غَيْرَ اللّٰهِ أَوْ تَوَسَّلَ بِنَبِيٍّ أَوْ مَلَكٍ أَوْ عَالِمٍ فَإِنَّهُ مُشْرِكٌ شَاءَ أَوْ أَبٰى یہ قانون نافذ کردیا کہ جو شخص غیر اللہ کو آواز دے یا کسی نبی، یا فرشتے یا عالم کا وسیلہ لے، وہ مشرک ہے، اس کا ارادہ شرک کا ہو یا نہ ہو۔

محمد بن عبد الوہاب کے اس قول کی وجہ سے عام مسلمانوں کی تکفیر لازم آتی ہے اور اسی پر وہ مسلمانوں سے لڑتے ہیں۔'' ۴

نواب صدیق حسن خاں نے ''ابجد العلوم'' میں کچھ تفصیل سے محمد بن عبد الوہاب نجدی کا حال لکھا ہے جس کا خلاصہ یہ ہے:

''ولادت عینیہ میں ہوئی، قرآن مجید پڑھا اور حدیث کی سماع کی اور اپنے والد سے جو کہ حنبلی فقیہ گھرانے میں سے تھے، پڑھا، پھر حج کیا اور مدینہ منورہ گئے۔ وہاں شیخ عبد اللہ بن ابراہیم نجدی تلمیذ ابو المواہب بعلی دمشقی سے پڑھا، پھر اپنے والد کے ساتھ نجد آئے اور جریمل میں قیام کیا، والد کی وفات کے بعد عینیہ آگئے۔ وہاں اپنی دعوت پھیلائی، پھر کسی وجہ سے درعیہ آگئے۔ وہاں امیر محمد بن سعود آل مقرن از اولاد بنی حنیفہ (از ربیعہ) نے ان کی اطاعت کی۔ یہ واقعہ تقریباً ۱۱۵۹ھ کا ہے، اس کے بعد محمد بن عبد الوہاب کی دعوت نجد میں اور جزیرہ عرب کے مشرقی حصوں میں عمان تک پھیلی۔'' ۵

مذکورہ بالا حوالہ جات سے ثابت ہوا کہ محمد ابن عبد الوہاب نے اپنے مذہب کی بنیاد جمہور ائمہ اربعہ کے مذہب کے خلاف پر رکھی اور اول روز سے جبر، ظلم اور دہشت گردی کا سہارا لے کر عامۃ المسلمین کو بالجبر اپنا ہمنوا بنانے اور اربعہ امام کے مذہب کو ترک کر کے نجدی عقیدہ اختیار کرنے پر مجبور کیا کیونکہ جو ان کا عقیدہ و مذہب اختیار نہیں کرتا تھا، وہ اسے کافر و مشرک قرار دے کر قتل کر دیتے تھے اور دنیا کی سب سے بڑی مسلم سنی اسٹیٹ سلطنتِ ترکیہ کو جو اس زمانے میں دنیا کی سپر پاور تھی، انگریزوں کی ملی بھگت سے ٹکڑے ٹکڑے کرنے کی کوشش کی اور آخر کار تقریباً سو سال کے بعد ۱۹۲۴ء میں حکومت برطانیہ کی مدد سے وہ اس عظیم الشان مسلم قوت کا شیرازہ بکھیرنے میں کامیاب ہوگئے تو عبد العزیز آل سعود نے ۱۹۲۴ء میں انگریزوں کی فوجی اور سیاسی مدد و حمایت سے مکۃ المکرّمہ اور مدینۃ المنورہ کو تاراج کیا، مثلاً اسلامی آثار، مسجدوں، مدرسوں، صحابہ کرام اور اہلِ بیت کے مزارات اور ان سے منسوب مکانات اور مساجد اور دیگر تبرکات کی بے حرمتی کی گئی، ان کو ڈھا کر ان پر گدھوں کے ہل چلائے گئے۔ طائف، مکۃ المکرّمہ اور پھر مدینۃ المنورہ میں سیکڑوں کی تعداد میں علمائے کرام اور ہزاروں کی تعداد میں اہلِ سنت کو تہہ تیغ کیا گیا۔ حضرت علامہ مفتی عبد القیوم ہزاروی علیہ الرحمۃ کی تصنیف تاریخ نجد و حجاز میں اس کی تفصیل دیکھی جاسکتی ہے۔

برطانیہ اور یورپ کی دیگر عیسائی حکومتوں کی سلطنتِ ترکیہ اور مسلمانوں کے خلاف اقدامات اور خفیہ سازشوں کی مزید تفصیل اس دور کے ایک برطانوی جاسوس ''ہمفرے کے انکشافات'' نامی کتاب میں دیکھی جاسکتی ہے جو اول جرمنی کے جریدے ''سی گل'' میں شائع ہوئی۔ پھر عربی میں ترجمہ ہوکر بیروت سے شائع ہوئی۔ پاکستان میں اس کا اردو ترجمہ ہوا۔

پہلی بار ۱۲۲۰ھ میں نجدیوں نے ترکی صوبہ حجاز کے شہر طائف پر اچانک حملہ کیا، خلقِ خدا کو قتل کیا، حضرت عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی مسجد گرائی اور پھر وہاں سے محمد بن عبد الوہاب نجدی کا ایک مختصر رسالہ ''ردّ الاشراک'' مکۃ المکرّمہ ارسال کیا گیا کہ اہلِ مکہ اربعہ امام کا مذہب (جو بقول ان کے معاذ اللہ) مشرکوں کا مذہب ہے، چھوڑ

کر نجدیوں کا مذہب اختیار کرلیں ورنہ جنگ کے لیے تیار ہوجائیں۔
اسی دوران (۱۲۲۱ھ میں) یہ مختصر رسالہ ''ردّ الاشراک'' تمام ممالکِ اسلامیہ میں پہنچایا گیا، چنانچہ یہ ہندوستان بھی پہنچا اور حضرت شاہ عبد العزیز علیہ الرحمۃ کی حیات میں دہلی پہنچا اور مولوی اسماعیل نے جزوی ردّ وبدل کے ساتھ ''تقویت الایمان'' کے نام سے شائع کیا۔ ۶

یہ عجب اتفاق ہے کہ جس طرح نجدی کے رسالہ ''ردّ الاشراک'' کا سب سے پہلا ردّ ان کے بھائی علامہ شیخ سلیمان بن عبد الوہاب نجدی نے ''الصوائق الالہیۃ فی ردّ علی الوہابیہ'' علمی انداز میں لکھ کر کیا بالکل اسی طرح اسماعیل دہلوی کے چچازاد بھائی حضرت مولانا مخصوص اللہ دہلوی اور حضرت مولانا شاہ محمد موسیٰ دہلوی نے ''معید الایمان'' اور ''حجۃ العمل'' کے نام سے تقویت الایمان کا ردّ لکھ کر کیا اور وہ تقویت الایمان کو ''تفویت الایمان'' یعنی ایمان کو فوت کرنے والی کتاب کہتے تھے۔ ۷

حضرت علامہ مولانا فضل رسول بدایونی علیہ الرحمۃ کے استفسار پر مولانا مخصوص اللہ ابن مولانا شاہ رفیع الدین دہلوی علیہما الرحمۃ نے ''تحقیق الحقیقۃ'' کے نام سے ایک رسالہ تحریر فرمایا تھا جس کے مندرجات سے تقویت الایمان اور خود اس کے مصنف آنجہانی اسمٰعیل دہلوی کی حیثیت متعین ہوتی ہے۔ اس میں انہوں نے ایک سوال کے جواب میں لکھا ہے: ''میرے نزدیک اس کا رسالہ عمل نامہ برائی اور بگاڑ کا ہے اور بنانے والا فتنہ گر اور مفسد اور غاوی اور مغوی ہے۔'' ۸
غالباً تقویت الاسلام کی اسی فتنہ انگیزی کی وجہ سے انگریزوں نے اس کی اشاعت اور مفت تقسیم میں حصہ لیا۔ (ملاحظہ ہو، مقالہ ڈاکٹریٹ عربی، ''العلامۃ فضل حق خیر آبادی، تحریر: ڈاکٹر قمر النساء، ناشر: عثمانیہ یونیورسٹی، حیدر آباد، دکن، ص: ۵۲) یہی نہیں بلکہ انگریزوں نے مسلمانانِ ہند کے دلوں سے محبتِ رسول ﷺ کے چراغ کو گل کردینے اور سوادِ اعظم کے پختہ دینی عقائد کو متزلزل اور اسلامی افکار کو تبدیل کرنے کے لیے ایک اسلام دشمن اسکیم کے تحت اسمٰعیل دہلوی کی جماعت سے بعض کرائے کے مولویوں کو ۱۸۴۸ء میں پچاس پچاس روپے یا اس سے بھی زائد رقم دے کر اس کام پر مامور کیا کہ وہ مسلمانوں کے سوادِ اعظم میں انگریزی مشنری کی طرف سے تیار کردہ ایک ''اسلامی نصاب'' کے مطابق قرآنی آیتوں اور احادیثِ مبارکہ کی من مانی تفسیر وتشریح سنا سنا کر سید عالم ﷺ، صحابہ کرام، تابعین، تبع تابعین اور ائمہ اربعہ خصوصاً امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی محبت اور ان کی سچی پیروی کا جذبہ مسلمانوں کے دل سے محو کروائیں۔
انگریزوں کی اس نہایت سنگین اور خطرناک سازش کا انکشاف اس دور کے (۱۸۴۸ء) کے ایک سنّی عالم مولانا سید اشرف علی، گلشن آبادی (ناسک، مہاراشٹر، انڈیا) نے اپنی ایک کتاب ''تحفۂ محمدیہ''، مطبوعہ لیتھو برقی پریس، نئی سڑک، کانپور، ص: ۳۲، ۳۱ پر کیا ہے۔ (تفصیل کے لیے ملاحظہ کریں: محمد نجم مصطفائی، منزل کی تلاش، ناشر: ادارۂ تحقیقاتِ اسلامیہ حنفیہ، فیصل آباد، پنجاب، ای۔میل: najamustafai@yahoo.com، ص: ۱۸ تا ۲۰)۔ انگریز اپنے اس مقصد میں کامیاب ہوگئے۔ انگریزوں کے تنخواہ دار مولویوں اور سید احمد بریلوی اور اسمٰعیل دہلوی جیسے جعلی پیروں کے ماننے والے جھوٹے پیروؤں کی تبلیغ سے بے شمار مسلمانوں کے صحیح عقائد خراب ہوئے، پھر نئے اور پرانے عقائد والوں میں آپس میں جھگڑا فساد شروع ہوگئے۔ مسلمان مختلف گروہوں میں بٹ کر تتر بتر ہوگئے اور آج آپس کے ان جھگڑوں نے اس قدر شدت اختیار کرلی کہ کھلے عام ایک دوسرے کو قتل کرنے لگے، دلائل کی جگہ پستول اور بندوق نے لے لی۔
انگریز اور صیہونی طاقتیں جو چاہتی تھیں، وہ ہی ہوا۔ مسلمانوں کی اجتماعی قوت ختم ہوکر رہ گئی۔ یہ حقیقت کسی سے ڈھکی چھپی نہیں ہے کہ ہندوستان میں انگریزوں کو سب سے زیادہ خطرہ مسلمانوں سے ہی تھا۔ انہوں نے ان کے اندر اپنے ایجنٹوں سے خلفشار پیدا کرکے اس سے پورا فائدہ اٹھایا۔ مسلمان ۱۸۵۷ء میں انگریزوں کے خلاف اپنوں کی غداری کے سبب ناکام رہے اور بعد میں حکومتِ برطانیہ کے خلاف جہاد کی جرأت نہ کرسکے۔

حضرت علامہ مفتی سید شاہ حسین گردیزی صاحب، اسماعیل دہلوی کی شخصیت کا ایک تجزیاتی اور نفسیاتی پسِ منظر بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ مسلمانانِ ہند میں انتشار وافتراق، فتنہ پردازی، ضرب و فساد اور گردن کشی (دہشت گردی) کی روایت دلی کے لال قلعہ کے اردگرد جامعہ مسجد دہلی سے شروع ہوتی ہے۔

''حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کے یتیم پوتے شاہ اسمٰعیل دہلوی اس کام کے لیے استعمال ہوئے جو اپنے اعمام (چچا حضرات، مثلاً حضرت شاہ عبد العزیز محدثِ دہلوی، حضرت شاہ عبد القادر اور حضرت شاہ رفیع الدین رحمہم اللہ) سے کبیدہ خاطر تھے۔ بعض خانگی اور شخصی معاملات پر ناراضگی کو دیرپا بنانے کے لیے محمد بن عبد الوہاب نجدی کی متابعت میں ''تقویۃ الایمان'' کے نام سے ایک اختلافی رسالہ لکھ کر میدان میں لے آئے جس میں انہوں نے بعض معمولی ''افکار وافعال'' کو شرک اور حرام قرار دیا۔۔۔''

''اس طرح شاہ اسماعیل دہلوی نے اپنے علمی و دینی خاندان سے شخصی اختلاف کا بدلہ لے کر مسلمانوں کو سو سالہ غلامی کے اندھیرے میں دھکیل دیا گویا شاہ اسماعیل دہلوی نے مسلمانوں میں مذہبی منافرت پیدا کی جس سے مسلمان حکومت کمزور ہوئی اور ایک مقامی طاقت اور حکومتِ پنجاب کو کمزور کر کے انگریز کی گود میں ڈال دیا۔ بس ان کے دو ہی کارنامے ہیں۔'' [9]

مولوی اسمٰعیل دہلوی اور سید احمد بریلوی کی تحریک وہابیت کے تاریخی پسِ منظر اور برصغیر پاک و ہند کے مسلمانوں کے عقائد ان کی یکجہتی اور اتحاد واتفاق پر اس کے مضمرات کے حوالے سے علامہ حضرت زید ابو الحسن فاروقی علیہ الرحمۃ کی مذکورہ معرکۃ الآراء تصنیف ''مولوی اسماعیل دہلوی اور تقویت الایمان'' پر ماہر رضویات حضرت پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد نقشبندی صاحب نے ایک بھرپور مقدمہ تحریر کیا ہے اور برصغیر پاک و ہند میں اس تحریک کے اصل چہرہ اور ان کے کریہہ مقاصد پر بھرپور انداز میں روشنی ڈالی ہے۔ اس کے مطالعہ سے اس بات کا احساس اجاگر ہوتا ہے کہ آج مسلمانانِ عالم کی زبوں حالی اور کسمپرسی کے اصل ذمہ دار کون لوگ ہیں۔

غرض کہ تاریخی تواتر اور شواہد سے یہ بات ثابت ہے کہ مولوی اسمٰعیل دہلوی اور ان کے جاہل پیر سید احمد بریلوی انگریزوں کے وفادار تھے۔ بقول سر سید احمد خاں علیگڑھی، ''سید احمد بریلوی اور شاہ صاحب (اسماعیل دہلوی) کی عملی زندگی سب پر روزِ روشن کی طرح عیاں ہے۔ لہٰذا ان حضرات کے انگریزوں سے جیسے اچھے تعلقات تھے وہ کوئی ڈھکی چھپی بات نہیں۔'' (ملاحظہ کیجئے: مقالاتِ سر سید، ص:۳۱۹، حصہ شانزدھم، اس موضوع پر مزید تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو، منزل کی تلاش، مصنفہ: محمد نجم مصطفائی، مکتبۂ تحقیقاتِ اسلامیہ حنفیہ، فیصل آباد، پاکستان، ص:۶۵)

یہاں یہ بات بھی قابلِ غور ہے کہ یہ وہ دور ہے جب مغلیہ حکومت کا چراغ ٹمٹما رہا ہے، عملاً انگریز پورے ہندوستان پر مسلط ہے، مگر پنجاب اور صوبۂ سرحد پورے طور پر اس کے قابو میں نہیں ہے۔ پنجاب میں سکھ ایک طاقتور قوم اور انگریزی اقتدار کے حریف کے طور پر ابھر رہی ہے، اُدھر سرحد کے علاقہ میں غیور مسلمان پٹھان قبائل متحد ہو کر انگریزی اقتدارِ اعلیٰ کے لیے چیلنج بن رہے ہیں۔ فرنگی پریشان ہے کہ ان دونوں سے کیسے نمٹا جائے۔ اِدھر دہلی میں حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کا خانوادہ ایک ایسا علمی خانوادہ ہے جس کا اثر ورسوخ عوام، علماء اور لال قلعے کے اندر مغل بادشاہ اور اس کے درباریوں پر بھی ہے لہٰذا انہوں نے اسی خانوادہ کے ایک فرد اسمٰعیل دہلوی کو مسلمانوں پر اثر ورسوخ ڈالنے کے لیے استعمال کیا کہ لوگ (مسلمان) ان کی بات سنیں گے اور اسے وہابیت کی تبلیغ کے لیے نہ صرف کھلی چھوٹ دی بلکہ وسائل بھی مہیا کیے۔ یہاں تک کہ ان کی کتاب ''تقویت الایمان'' فورٹ ولیم کالج پریس، کلکتہ سے شائع کر کے مفت پورے ہند میں تقسیم کی گئی [10] اور پھر موصوف کو مسلمانانِ سرحد اور سکھوں کی قوت کو توڑنے اور منتشر کرنے کے لیے خوب اچھی طرح استعمال کیا۔ اگر اسمٰعیل

دہلوی واقعی سکھوں سے جنگ کرنا چاہتے تو امرتسر کی طرف سے حملہ آور ہوتے نہ کہ سندھ اور بلوچستان سے گذر کر ہزاروں میل کا سفر طے کر کے سب سے پہلی جنگ یاغستان کے امیر یار محمد خان سے کرتے۔ (ملاحظہ ہو، تذکرۃ الرشید، ج:۲،ص:۲۷۰)

انگریزوں نے اس مہم میں اپنی عیارانہ سیاست سے تین مقاصد حاصل کیے:

۱۔ سکھوں اور انگریزی عملداری سے آزاد خود مختار صوبۂ سرحد کی قبائلی مسلم ریاستوں کی فوجی قوت کو آپس میں دست و گریباں کر کے کمزور کرنا۔

۲۔ مغلیہ سلطنت کے حدود پر انگریزوں کی روز افزوں کسی نہ کسی بہانے یلغار کے خلاف ہندوستانیوں بالخصوص مسلمانوں کی بے چینی اور اندر ہی اندر ان کی چیرہ دستیوں کے خلاف جہاد کی جو تحریک جنم لے رہی تھی، اس کا رخ سکھوں کی طرف موڑ کر ان کے اس جذبہ کو سرد کر کے رفتہ رفتہ ختم کرنا۔

۳۔ مسلمانانِ ہند، جن کی اس وقت تک نوے فیصد آبادی اہلسنّت و جماعت پر مشتمل تھی، ان میں فرقہ پرستی کا بیج بو کر داخلی طور پر ان میں انتشار، افتراق اور شکست و ریخت پیدا کر کے آپس میں دست و گریباں کرنا تا کہ وہ اجتماعی طور پر متحد ہو کر انگریزوں سے لڑنے کے قابل نہ رہ جائیں۔

واضح ہو کہ انگریز اپنی اس حکمت عملی (اسٹریٹجی) میں بہت حد تک کامیاب رہا۔ چنانچہ ۱۸۵۷ء کی جنگِ آزادی میں اسمٰعیل دہلوی کے پیروکار، جنہیں عرف عام میں وہابی اور انگریزوں کے بنائے ہوئے قانون کی اصطلاح میں ''محمدی'' کہا جاتا ہے، انگریزوں کے حلیف اور مجاہدینِ جنگ آزادی کے حریف بنے، کچھ جو خاموش رہے، انہوں نے انگریزوں کی خفیہ سی۔آئی۔ڈی کی خدمات انجام دیں۔ جنگِ آزادی میں ناکامی کی جہاں اور وجوہ تھیں، ان میں ایک اہم وجہ اپنوں کی غداری بھی تھی۔ اس غداری کے عوض انگریزوں نے انہیں سیاسی، مالی اور قانونی تحفظ فراہم کیا جس کے مثال ایسے وقت میں جبکہ ایک طرف انگریز ہزاروں علماء حق کا قتلِ عام کر رہا ہو اور سینکڑوں کی تعداد میں دینی مدارس کو بلڈوز کیا جا رہا ہو، دیوبند میں (مقلد) وہابیوں کے لیے ایک مدرسہ کا قیام اور اس کی سالانہ مالی گرانٹ!! اور غیر مقلد وہابیوں کو ''وہابی'' کہنے پر انگریزوں کی طرف سے قانونی پابندی اور ملک و بیرونِ ملک کے تبلیغی اسفار کے لیے ہر طرح کی سہولیات کی فراہمی ہے۔!! آگے چل کر ان ہی دیوبندی (مقلد) وہابی علماء کے فتاوٰی کی بنیاد پر فتنۂ انکارِ ختمِ نبوت نے سر اٹھایا اور اس کا فائدہ اٹھاتے ہوئے قادیان (مشرقی پنجاب، انڈیا) سے انگریزوں کے ایک زرخرید غلام نے جھوٹی نبوت کا اعلان کر کے مسلمانانِ ہند کی جمعیت کو مزید کمزور کرنے کی کوشش کی۔ عجب اتفاق ہے کہ بساطِ تاریخ کے اسی منظر نامہ پر ٹھیک اسی عہد میں انگریزوں اور نجدیوں کی آپس کی ملی بھگت سے جبکہ سلطنتِ ترکیہ مغرب میں زوال پذیر ہو رہی تھی، فلسطین کی مقدس سرزمین پر ایک یہودی اسٹیٹ کے قیام کا خفیہ منصوبہ روبہ عمل آیا۔ انگریزوں نے غدار مسلمانوں کے تعاون سے مسلمانوں کے جسد میں دو اطراف سے ''قادیانیت'' اور ''یہودیت'' کے ایسے ناسور بنا دیے ہیں جن کا اندمال بظاہر قیامت تک نظر نہیں آتا لیکن اللہ تبارک وتعالیٰ اس بات پر قادر ہے کہ وہ اہلِ اسلام کے لیے کوئی راہ پیدا فرمادے۔

ذرا محمد بن عبدالوہاب نجدی کے پیروکاروں اور ہندوستان میں نجدی تحریک کے بانی اسمٰعیل دہلوی کے پیروکاروں میں انگریزوں اور اسلام دشمن قوتوں کے ساتھ اشتراکِ عمل ملاحظہ!

کسے کہ لا الٰہ را در گرہ بست
زبندِ مکتب و ملّا بروں جست
بآں دین و بآں دانش مپرداز
کہ از ما می برد چشم و دلِ دوست

(اقبالؔ)

ناقابلِ تردید تاریخی دستاویزات سے یہ بات اظہر من الشمس

ہے کہ انگریزوں نے اپنے غاصبانہ قبضہ کو قائم رکھنے اور جہاد کو روکنے کے لیے ایسے زرخرید مولوی تیار کئے جنہوں نے ہندوستان پر ان کے ناجائز تسلط کو مستحکم اور مضبوط کیا۔ یہ عمل جاہل پیر سید احمد بریلوی اور اس کے مرید جانی اور عظیم علمی و روحانی خانوادۂ دہلی، ولی اللّٰہی کی ناخلف و باغی اولاد شاہ اسمٰعیل دہلوی سے شروع ہوا اور مختلف مراحل سے گزرتا ہوا قیامِ پاکستان تک اور پھر اس کے بعد تیسرے مرحلے میں بھیس بدل کر لال مسجد کے واقعہ تک جاری رہا اور اب کہیں دہشت گردی اور کہیں پٹرول وڈالر (نجدی ایڈ) کی مدد سے دینی مدارس، غصب شدہ زمینوں پر سرعتِ رفتار سے تعمیر مسجد پروگرام تبلیغی اسفار اور چلوں کی صورت میں اور کہیں مزاراتِ اولیاء کے توڑ پھوڑ کے لبادے میں جاری ہے۔ ۱۸۲۶ء سے لے کر آج تک برصغیر پاک و ہند و بنگلہ دیش کے کروڑوں مسلمان ان نام نہاد وہابی مولویوں اور ان کی تبلیغی جماعت کے دامِ فریب میں مبتلا ہو کر گروہ در گروہ بٹ گئے۔ اس طرح ان دو ضمیر فروش نام نہاد مولویوں سید احمد بریلوی اور اسمٰعیل دہلوی کی تعلیم و تربیت اور تقریر و تحریر سے برصغیر میں فرقہ واریت کا آغاز ہوا۔ عالم ماکان وما یکون مخبر صادق سید عالم ﷺ کی پیشین گوئی کے عین مطابق سرزمینِ نجد سے قرن الشیطان برآمد ہوا اور دیکھتے ہی دیکھتے اس کی نحوست نے مشرق و مغرب کے امن پسند علاقوں کو فتنہ و فساد اور قتل و غارتگری کی آماجگاہ بنا دیا۔

یہ ایک تاریخی حقیقت ہے کہ تحریکِ پاکستان میں دیوبندی وہابیوں نے من حیث القوم (باستثناء چند) گاندھی اور کانگریس کی حمایت اور بابائے قوم جناب محمد علی جناب اور مسلم لیگ کی کھل کر مخالفت کی لیکن حیرت و استعجاب اس بات پر ہے کہ آج ان کے اخلاف یہ دعویٰ کررہے ہیں کہ پاکستان کی تحریک کا ہراول دستہ علماء دیوبند تھے اور پاکستان کا قیام دیوبندی حضرات کی حمایت سے ہی رو بہ عمل ہو سکا اور بہت سے ایسے بھی کانگریسی اور احراری علماء پاکستان ہجرت کر کے آگئے جن کا تقسیم ہند سے قبل دعویٰ تھا کہ پاکستان پلیدستان ہے اور وہ اس کی ''پ'' بھی نہیں بننے دیں گے۔[۱۳] ان علماء نے قیامِ پاکستان کے بعد اپنے گماشتوں کے ذریعہ حکومت کے مختلف محکموں میں رسوخ حاصل کیا اور ایوانِ حکومت تک رسائی حاصل کر کے مراعات وصول کیں۔ اپنے مدارس کے لیے مفت زمینیں حاصل کیں، غصب شدہ زمین پر مساجد تعمیر کیں اور اہلِ سنت کے مساجد پر ڈنڈوں اور بندوق کے زور پر فتنہ و فساد مچا کر قبضہ کیا گیا۔ اس سلسلے میں جماعتِ اسلامی بھی جو خود مسلکاً وہابی ہیں، دیوبندیوں سے پیچھے نہ رہی۔ ۱۹۸۸ء میں ہمارے ادارہ کے فائنانس سکریٹری جناب منظور حسین جیلانی صاحب نے کراچی شہر کے پارکوں میں غصب شدہ زمین پر تعمیر شدہ سو (۱۰۰) مساجد کا ایک جائزہ مرتب کیا تھا۔ اس وقت کراچی شہر کی میونسپلٹی کے سربراہ جماعت اسلامی کے آنجہانی لیڈر عبدالستار افغانی صاحب تھے۔ تقریباً اَسّی فیصد مساجد کا تعلق دیوبندی مسلک، پندرہ فیصد کا جماعتِ اسلامی اور پانچ فیصد کا اہلِ حدیث مسلک سے تھا۔ ان مساجد میں اہلِ سنت کی ایک مسجد بھی نہیں تھی۔ بعض علاقوں میں اہلِ سنت و جماعت کی چند مساجد (تین یا چار) پارک سے ملحقہ زمین پر بنی ہوئی تھیں۔ وہاں کی انتظامیہ نے کراچی کے میئر آنجہانی عبدالستار افغانی کو تحریری درخواست دی تھی کہ ان کی مساجد بہت چھوٹی ہیں، نمازیوں کو تکلیف ہوتی ہے۔ اگر پارک کا کچھ حصہ (تقریباً ۱۰۰/۲۰۰ مربع گز) الاٹ کر دیا جائے تو نمازیوں کو سہولت ہو جائے گی۔ تو ان کو جواب دیا گیا کہ پارک کی جگہ مسجد تعمیر نہیں ہو سکتی۔ اس سے اہلِ سنت کے خلاف بغض و عناد کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔ لہٰذا ملک میں مذہبی و مسلکی معاملات میں جبر اور شدت پسندی کو فروغ ملنے لگا۔ اِدھر یونیورسٹیوں اور کالجوں میں جماعتِ اسلامی کی طلبہ تنظیم نے ''تھنڈر اسکواڈ'' کے نام سے دہشت گردی کو پہلی بار متعارف کرایا۔ پھر الیاسی تبلیغی جماعت کا طریقۂ ارشاد والدعوۃ، دیوبندی وہابیوں کی اس شدت پسندی میں مزید اضافے کا سبب بنی۔ اخباری خبروں کے مطابق تبلیغی جماعت کے اجتماع میں متعدد بار ایسے واقعات ہوئے کہ بھولے بھالے سنّی پہلی بار ان کے دامِ تذویر میں پھنس کر رائے ونڈ کے اجتماع

میں گئے۔ حسب عادت جوش میں آکر انہوں نے ''یارسول اللہ'' (ﷺ) کا نعرہ لگایا تو نہ صرف ان کو روکا گیا بلکہ اس ''شرک'' کے بدلے میں انہیں الٹا لٹکا کر مارا پیٹا گیا۔

سید احمد بریلوی اور اسمٰعیل دہلوی نے وہابیت کے جوزہریلے جراثیم اپنے دور میں صوبۂ سرحد اور اردگرد کے دوسرے علاقوں میں چھوڑے تھے، قیامِ پاکستان کے بعد دیوبندی علماء اور ان کی تبلیغی جماعت نے ان سے بھرپور فائدہ اٹھاتے ہوئے پورے ملک پاکستان بالخصوص صوبۂ سرحد اور بلوچستان کی فضاؤں کو پوری طرح مسموم کرنے کی کوشش کی ہے۔ اس سلسلہ میں سب سے زیادہ پذیرائی انہیں صوبۂ سرحد میں ملی۔ وہیں سے عسکریت پسندی، تشدد اور دہشت گردی کا مزاج وہابی مدارس اور تبلیغی جماعتوں کی تعلیم و تربیت سے عام اور سادہ مسلمانوں میں در آیا۔ اہلسنّت کی مساجد و مدارس پر جبر و تشدد کے ذریعہ قبضہ ہونے لگا۔ بے شمار اولیاء کرام کے مزارات کو زمین بوس کیا گیا۔ بہت سوں کا نام و نشان بھی مٹا دیا گیا۔ جنرل ضیاء الحق کے دور میں افغانستان میں روس کے خلاف جہاد شروع ہوا۔ بے شمار خاندان ہجرت کر کے پاکستان، صوبۂ سرحد اور صوبۂ بلوچستان کے علاقہ میں آگئے۔ دیوبندی اور تبلیغی علماء صدر ضیاء الحق کے بہت قریب تھے۔ انہوں نے صدر کی تائید سے اپنے مدارس کے دروازے افغانی طلباء پر کھول دیے۔ یہ مدارس میں تعلیم حاصل کرتے، پھر علاقۂ غیر میں عسکری تربیت حاصل کرتے اور بعدۂ افغانستان جا کر جہاد میں شریک ہوجاتے۔ ان علماء دیوبند میں لال مسجد اسلام آباد کے مولوی عبداللہ، ضیاء الحق کے بہت قریب تھے۔ انہوں نے اس جنگ میں ضیاء الحق صاحب کے ساتھ بھرپور تعاون کیا۔ انہوں نے خود بھی عسکری تربیت حاصل کی اور اپنے صاحبزادگان عبدالرشید اور عبدالعزیز کو بھی عسکری تربیت دلوائی مجاہدینِ افغانستان اور حکومت پاکستان کے درمیان ایک طرح کے رابطہ (Liasoning) کی خدمات بھی انجام دیں۔ جب ضیاء الحق کے بعد افغانستان میں طالبان کا دور آیا تو یہ ان کے ساتھ ہوگئے۔ ملٹری انٹیلی جنس دیگر حکومتی خفیہ ایجنسیز سے ان کے ٹھیک ٹھاک تعلقات استوار ہوئے۔ یہیں سے ان کی زندگی میں نیا موڑ آیا۔ آنجہانی مولوی عبداللہ کے حکومتی حلقوں اور حکمراں جماعت مسلم لیگ (ن) اور مسلم لیگ (ق) دونوں میں ہمدرد اور دوست بھی پیدا ہوگئے۔ مولوی عبداللہ نہایت متعصب، متشدد اور غالی قسم کے وہابی تھے، اہلِ سنت کے خلاف بالعموم اور شیعوں کے خلاف بالخصوص جارحانہ تقاریر کرتے تھے اور غالباً اسی پاداش میں اپنے ''لال قلعے'' یعنی لال مسجد کے صدر دروازے کے سامنے گولی کا نشانہ بن کر ہلاک ہوئے۔

ان کی ہلاکت کے بعد ان کے بڑے صاحبزادے مولوی عبدالعزیز نے ان کی جگہ لے لی اور اپنے چھوٹے بھائی عبدالرشید کو جنہیں مولوی عبداللہ نے اپنی زندگی میں ان کی ناشائستہ اور غیر اسلامی حرکتوں کی بناء پر عاق کر رکھا تھا، اپنا دستِ راست بنایا۔ دونوں بھائیوں نے اپنے والد کے قتل کا بدلہ لینے کی قسم کھائی اور اپنے نام کے آگے لفظ ''غازی'' کا اضافہ کیا۔

اسی دوران جنرل پرویز مشرف کی حکومت آگئی اور پھر ۹/۱۱ کے واقعہ کے بعد حکومتِ پاکستان نے افغانستان کی طالبان حکومت کی حمایت سے دستبرداری کا اعلان کرتے ہوئے اپنی خارجہ پالیسی کو یوٹرن دیا اور دہشت گردی کے خلاف امریکہ اور یورپین برادری کی مکمل حمایت کا یقین دلایا۔ اس پسِ منظر میں ملٹری انٹیلی جنس اور دیگر حکومتی خفیہ ایجنسیوں کے سربراہان بھی تبدیل کیے گئے جس سے ''غازی'' برادران کے لیے مشکلات کا آغاز ہوا۔ مولوی عبدالعزیز پر اسلحہ کی اسمگلنگ کے سلسلے میں متعدد مقامات قائم ہوئے، اس سلسلے میں رنگے ہاتھوں پکڑے بھی گئے۔ لیکن چونکہ حکومتی حلقوں اور خفیہ اداروں کی نچلی سطح پر ان کے ہمدرد موجود تھے، اس لیے یہ گرفتاری سے گریز کرتے ہوئے لال مسجد میں قلعہ بند ہوگئے اور پھر باہر نہیں آئے تا آنکہ لال مسجد پر پولیس ایکشن کے وقت برقعہ پہن کر فرار ہوتے ہوئے گرفتار ہوئے۔

مولوی عبدالعزیز حکومتِ وقت کی دہشت گردوں اور مقامی اور بیرونی طالبان کے خلاف فوجی مہم اور اپنے اوپر دہشت گردی و ناجائز

اسلحہ کی اسمگلنگ کے سلسلہ میں قائم شدہ متعدد مقدمات سے سخت نالاں اور برہم تھے لہٰذا انہوں نے حکومتِ وقت بالخصوص جنرل پرویز مشرف پر دباؤ ڈالنے کے لیے اسلامی شریعت کے نفاذ کا مطالبہ شروع کردیا تاکہ عوام الناس کو یہ باور کرایا جاسکے کہ ان پر جو دہشت گردی اسلحہ کی ذخیرہ اندوزی اور اس کی بیرونِ ملک سے اسمگلنگ کے جو الزامات حکومت کی طرف لگائے گئے ہیں، وہ ان کی شریعتِ اسلامی کے نفاذ کے لیے جدوجہد اور مطالبہ کی بنیاد کی پاداش میں لگائے گئے ہیں۔ ''غازی برادران'' نے ایک نہایت منظم اور منضبط طریقہ پر حکومت وقت کے خلاف مسلح جدوجہد کا آغاز کیا اور مسجد اور اس سے ملحقہ مدرسہ حفصہ کے تقدس کی آڑ میں اسلحہ کی ذخیرہ اندوزی اور طلباء اور نمازیوں کے بھیس میں مسلح دہشت گردوں کی آمدورفت کا سلسلہ تیز سے تیز تر کیا۔ لال مسجد کو لال قلعہ میں تبدیل کردیا گیا۔ افسوسناک اور باعثِ شرم امر یہ ہے کہ اپنے ذاتی مفاد میں معصوم طلباء و طالبات کو استعمال کیا گیا، غصب شدہ زمینوں پر اسلحہ کے زور پر دن دھاڑے قبضہ کرکے مساجد و مدرسہ قائم کئے گئے۔ طالبات کی ایک ڈنڈا بردار فوج بنائی گئی جس نے غازی برادران کے نفاذِ اسلام اور غصب شدہ زمینوں پر مساجد بنوانے کا مطالبہ منوانے کے لیے مدرسہ حفصہ سے ملحقہ حکومت کی قائم کردہ چلڈرن لائبریری پر راتوں رات قبضہ کرلیا۔ لال مسجد کی حفاظت کے نام پر اس کے اطراف میں طلباء کے بھیس میں کلاشنکوف بردار دہشت گردوں کا پہرہ مقرر کیا گیا۔ رفتہ رفتہ یہ حال ہوگیا کہ لال مسجد اور مدرسہ حفصہ کے اطراف کی سڑکوں سے کوئی فرد پاپیادہ یا کار/ اسکوٹر سوار بغیر تلاشی دیئے گذر نہیں سکتا تھا۔ حتیٰ کہ قانون نافذ کرنے والے اداروں کے افراد کو بھی گذرنے نہیں دیا جاتا تھا۔ رفتہ رفتہ مولوی عبدالعزیز کی ہمتیں بڑھیں، پولیس اور رینجرز کے افراد کو اپنے فرائض کی ادائیگی کے سلسلہ میں اس علاقہ میں راہ چلتے ڈنڈوں اور کلاشنکوف کی بٹوں سے زدوکوب کرکے اغوا کیا جانے لگا۔ حکومتی جماعت میں ان کے ہم مسلک اور ہمدرد افراد جو وفاق المدارس (دیوبندی مدارس کے الحاق کا وفاق) کے علماء اور تبلیغی جماعت کے زیر اثر ہیں، ہمیشہ آڑے آتے رہے اور غازی برادران کے خلاف کسی قسم کے قانونی اقدام سے گریز کیا جاتا رہا۔ غازی برادران حکومتی حلقوں اور خفیہ ایجنسیوں میں اپنے ہمدردوں کی پسِ پردہ حمایت پر اس قدر پُراعتماد تھے کہ وہ سمجھتے تھے کہ ان کے خلاف کوئی پولیس ایکشن نہیں کیا جاسکے گا اور وہ حکومت پر دباؤ کے ان ہتھکنڈوں سے نہ صرف اپنے اوپر قائم مقدمات سے خلاصی حاصل کرلیں گے بلکہ غصب شدہ زمین پر مساجد اور مدرسوں کی صورت میں انہوں نے جو اپنی ذاتی جائیدادیں بنائی تھیں وہ بھی مفت میں ان کے حوالے کردی جائیں گی نیز یہ کہ اس کا ایک فائدہ یہ بھی ہوگا کہ جو بھی اسلام آباد میں آئندہ حکومت آئے گی وہ مساجد، مدارس کی تعمیر و توسیع، اسلامی شریعت کے نفاذ کے لیے شرعی نکات کی تشریح و توضیح اور دارالحکومت اسلام آباد میں امن و امان کے سلسلہ میں ''غازی برادران'' اور ان کی ''ملیشیا'' سے مصالحت کی محتاج رہے گی۔ ''لال مسجد'' پر ۱۰ر جولائی ۲۰۰۷ء کے پولیس ایکشن سے قبل پاکستان کے دارالحکومت اسلام آباد میں جو حالات تھے وہ آج سے تقریباً پونے دو سو سال قبل (۱۸۲۵ء) کے مغل سلطنت کے دارالحکومت دلّی سے ملتے جلتے تھے۔ بادشاہِ وقت کی حکومت کی عملداری لال قلعہ کے اطراف تک محدود ہوچکی تھی۔ انگریز پورے ہندوستان پر عملی تسلط حاصل کرچکا تھا۔ دلّی کے اردگرد جاٹ اور مرہٹہ اور سکھوں کے دہشت گرد دندناتے پھرتے تھے۔ رات کو شب خون مارتے، دن دہاڑے جس کو چاہے لوٹ لیتے، جسے چاہے اغوا کرلیتے اور بادشاہِ وقت کے عمال سے تاوان الگ وصول کرتے رہتے تھے۔ دلّی کے لال قلعہ کے اردگرد یہی حالات اور ماحول تھے جس سے انگریزوں کی ایما پر مولوی اسمٰعیل دہلوی نے فائدہ اٹھانے کی کوشش کی۔ اگر وہ دلّی میں بیٹھ کر اپنی تبلیغی کوششوں میں کامیاب ہوجاتے اور مرتدین اہلِ سنت (وہابیوں) کی ایک جماعت ان کے ساتھ ہوجاتی اور بادشاہِ وقت ان کا مسلک اختیار کرلیتا تو ان کا سلوک اور اگلا قدم

اسی جہاد کا ہوتا جو محمد بن عبدالوہاب نجدی نے عامۃ المسلمین کے ساتھ کیا۔ یعنی ان کے عقیدہ و مسلک سے اختلاف رکھنے والوں کا قتلِ عام اور ان کی عزت و آبرو اور مال و متاع کی بربادی۔ لیکن چونکہ اس وقت دلّی میں جید علمائے وقت بشمول ''شہید لیلیٰ نجد'' اسمٰعیل دہلوی کے محترم چچا حضرت شاہ عبدالعزیز محدث بریلوی علیہم الرحمۃ موجود تھے اور عامۃ المسلمین کی غالب اکثریت متصلب قسم کی سنی المذہب تھی نیز بادشاہِ وقت خود متصلب قسم کا سنّی تھا لہٰذا بادشاہی مسجد میں خانوادۂ ولی اللّٰہی اور دلّی کے دیگر جید علماءِ اہلِ سنت کے ساتھ مناظرہ میں شکست کے بعد اسمٰعیل دہلوی نے انگریزوں کے مشورے پر بہار، بنگال اور کرناٹک کا رخ کیا جہاں انہوں نے اپنے عقیدے کی تبلیغ اور سکھوں سے جہاد کے لیے عامۃ المسلمین کو تشویق و ترغیب دینے کے ساتھ ساتھ انگریزوں سے وفادار رہنے اور ان کے خلاف جہاد نہ کرنے بلکہ ان کی طرف سے ان کی حمایت میں جہاد کرنے کے بھی فتوے دیئے۔[۱۴]

غرض کہ عبدالعزیز غازی اس دور میں اسلام آباد میں اسی اسمٰعیلی نجدی ایجنڈے کی تکمیل کے لیے سرگرم تھے۔ وہ دارالحکومت اسلام آباد کو آخری مغل بادشاہ بہادر شاہ ظفر کے زمانے کا دلّی بنانا چاہتے تھے جہاں چاروں طرف انارکی پھیلی ہوئی تھی اور حکومت کی رٹ ختم ہو چکی تھی۔ اس سے فائدہ اٹھا کر وہ سید احمد بریلوی کی طرح ایک وہابی اسٹیٹ کا ''امیر المومنین'' بننے کا خواب دیکھ رہے تھے۔ لیکن اللہ تبارک و تعالیٰ نے ان کا حشر ۱۸۳۲ء میں بالاکوٹ میں ہونے والے واقعہ سے زیادہ عبرتناک بنا دیا۔ سید احمد بریلوی اور اسمٰعیل دہلوی کی تو انگریزوں نے حمایت کی اور مالی و فوجی تعاون کیا۔[۱۵] لیکن سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ یہ ''برقع برادران'' اور لال مسجد کے دہشت گردوں کی پشت پناہ کون سی طاقت تھی یا اب بھی ہے؟ یہی بات سمجھنے اور سمجھانے کی ہے! یہ جدید اسلحہ جات (Sophisticated Wepons) پاکستان میں نہیں بنتے۔ روس، امریکہ اور یورپ میں بنتے ہیں، وہیں سے خریدے جا رہے ہیں اور یہ نہایت مہنگے داموں پر ملتے ہیں۔ چونکہ یہی اسلحے پاکستان کی افواج کے پاس بھی ہیں تو ہمیں معلوم ہے کہ یہ کس قدر مہنگے ہیں۔ ان اسلحہ جات کی خریداری کے لیے ایک طاقتور فائنانسر کی بھی ضرورت ہے۔ آخر بلین ڈالر کہاں سے آ رہے ہیں؟ سوال ٹیڑھا ہے لیکن جواب بالکل آسان اور سیدھا سادھا۔ محمد بن عبدالوہاب نجدی اور اسمٰعیل دہلوی کے وقت میں فرنگی (برطانیہ) سپر پاور تھا۔ وہی ان کے لائحہ عمل کا منصوبہ بندی کرنے والا اور وہی ان کا فائنانسر بھی تھا۔ برطانوی جاسوس ''ہمفرے کے انکشافات'' نامی کتاب میں اس کی ساری تفصیل دیکھی جا سکتی ہے۔ آج کے دور میں سپر پاور امریکہ ہے جس کا دوسرا نام ''صیہونی لابی'' ہے۔ آج یہی صیہونی لابی مسلمان ملکوں بشمول پاکستان میں ہمارے اندر کے منافقین کے ذریعہ دہشت گردی، فرقہ واریت اور تشدد پسندی کو فروغ و ترغیب دینے کی کوشش کر رہی ہے اور اپنے مقاصد کے حصول کی تکمیل کے لیے اسلحہ اور فنڈ بھی مہیا کر رہی ہے۔ یہ ہمارے لیے لمحۂ فکریہ ہے!

اُس وقت سلطنتِ ترکیہ مسلمانوں کی عظیم اور طاقتور سلطنت تھی۔ اور لطف کی بات یہ ہے کہ وہ ایک سنّی اسٹیٹ تھی۔ اس کے جتنے سربراہ (خلیفہ) گذرے ہیں، وہ سب آقا و مولیٰ سید عالم ﷺ کی نعلِ پاک اپنے سروں پر لے کر چلنے والے تھے۔

دشمنانِ اسلام بالخصوص صیہونی فکر والوں کو سب سے زیادہ بغض اور نفرت ان مسلمانوں سے ہے جو نبی کریم سید عالم ﷺ کی ذاتِ مقدسہ سے وارفتگانہ لگاؤ اور آپ کی محبت میں فدا کارانہ جذبہ رکھتے ہیں۔ ایسے افراد پر مشتمل قوم بزورِ شمشیر بھی زیر نہیں کی جا سکتی۔ لہٰذا اس کا توڑ انہوں نے ابلیسی نظریہ سے سیکھا کہ ان کے دلوں سے حُبِّ رسول ﷺ کو نکال دو پھر ان سے جو چاہو کروالو، جو چاہو لکھوالو۔ لیکن ایسی تعلیم اور ایسے نظریات کو عام کون کرے گا؟ ایک منافق ہی ایسی جسارت کر سکتا ہے۔ سلطنت ترکیہ کے زوال کے لیے فرنگیوں نے محمد بن عبدالوہاب نجدی اور اس کے پیروکاروں کو منتخب کر کے استعمال کیا اور ہندوستان میں مسلمانوں میں انتشار و افتراق کے لیے انہوں نے

رائے بریلی کے ایک قزاق [۶] اور جعلی و جاہل پیر سید احمد بریلوی اور شاہ ولی اللہ محدث دہلوی علیہ الرحمۃ کی ناخلف اولاد مولوی اسمٰعیل دہلوی کو استعمال کیا اور اپنے ''حسنِ انتخاب'' پر دشمنانِ اسلام سے داد لی۔

دورِ حاضر میں مسلم ممالک میں پاکستان واحد ملک ہے جو اسلام کے نام پر قائم ہوا اور آج فوجی بالخصوص جوہری توانائی کے اعتبار سے تمام مسلم ممالک میں سب سے زیادہ طاقتور تسلیم کیا جاتا ہے۔ پھر اس ملک کی اکثریت اپنے نبی و آقا و مولیٰ ﷺ سے والہانہ محبت رکھتی ہے۔ اس لیے دشمنانِ اسلام کی نظر میں یہ کھٹک رہا ہے۔ اگرچہ اس کا ایک بازو ۱۹۷۱ء میں ''صیہونی لابی'' کی سازشوں کی بدولت ہم سے الگ کردیا گیا لیکن بحمداللہ! آج بھی پاکستان اپنے خطہ کا مضبوط ترین ملک ہے۔ صیہونی لابی اب عراق اور افغانستان کے بعد (معاذ اللہ) ہمارے پیارے ملک کے اندر خلفشار پیدا کرنے اور اسے دولخت کرنے کی منصوبہ بندی کرتی نظر آرہی ہے۔ لال مسجد کا واقعہ اسی سازش کی ایک کڑی ہے۔ اس کے لیے آج پھر اسمٰعیل دہلوی تحریک کے کارکنان اسے مل گئے ہیں۔ لال مسجد ایپی سوڈ (Episiode) سو فیصد اسمٰعیل دہلوی کے نظریات کو مسلط کرنے کی ایک تحریک تھی جو اب صوبہ سرحد کے دور دراز علاقۂ غیر تک پھیل چکی ہے جس کا مقصد اسلام آباد سمیت پورے صوبۂ سرحد میں ایک وہابی اسٹیٹ کا قیام ہے۔ اس صوبہ میں متحدہ مجلس عمل کی حکومت کے قیام کا امریکہ کی طرف سے خیر مقدم بھی اسی مہم کا ایک حصہ ہے۔ گویا پاکستان کے اندر ایک وہابی اسٹیٹ کے قیام کی ریہرسل ہورہی ہے۔ بالکل اسی طرح جس طرح عراق میں صیہونی لابی نے بظاہر اس ملک کو تقسیم نہ کرنے کے اعلان کے باوجود شمالی عراق میں ایک سوشلسٹ کرد اسٹیٹ قائم کردی ہے اور بقیہ ملک کو سنّی اور شیعہ حصوں میں تقسیم کردیا ہے۔ حالانکہ کُرد خود بھی مذہباً سنّی ہیں۔

''لال مسجد'' کا سانحہ ہمارے لیے ایک وارننگ ہے۔ پاکستان کی بقا اور مسلم ممالک کے اتحاد و اتفاق کے لیے ایک ہی راستہ ہے اور وہ اپنے نبی پاک آقا و مولیٰ محمد رسول اللہ ﷺ کے ساتھ اپنی نسبتوں کی استواری اور ان کی سچی اطاعت و پیروی اور ان تمام باطل عقائد و نظریات کے ترک کا جو عقیدۂ توحید کی تعلیم کی آڑ میں ہمیں سید عالم ﷺ سے اپنی تمام نسبتیں منقطع کرنے کی ترغیب دیتے ہیں اور سرکارِ رسالت مآب ﷺ کا گستاخ اور نافرمان بناکر ہماری دنیا و آخرت برباد کرنے پر تلے ہوئے ہیں۔

اس دنیائے فانی میں آنے کے مقاصد کی تکمیل، اور یہاں سے کامیابی و کامرانی سے کوچ کرنے کا ایک یہی راستہ ہے جس کی نشاندہی عصرِ حاضر میں اعلیٰ حضرت امام احمد رضا محدثِ بریلوی علیہ الرحمۃ نے یوں فرمائی ہے۔

انہیں جانا، انہیں مانا، نہ رکھا غیر سے کام
للہ الحمد میں دنیا سے مسلمان گیا

یا بقولِ علامہ اقبالؔ:

بمصطفٰی برساں خویش را کہ دیں ہمہ اوست
اگر باو نہ رسیدی تمام بولہبی است

سیاسی و فوجی مقاصد:

لال مسجد سانحہ سے قبل گذشتہ ۶ ماہ کے دوران لال مسجد کی انتظامیہ کی طرف سے میڈیا انٹرویو اور اخباری بیانات کے ذریعہ بار بار یہ بات کہی گئی کہ ان کے کوئی سیاسی و فوجی مقاصد نہیں ہیں، وہ صرف حکومت کی غلط پالیسیوں کی اصلاح، معاشرے کا سدھار چاہتے ہیں۔ چونکہ گذشتہ کئی برسوں سے حکومت نے ان کی بات نہیں سنی اور شریعت کا مکمل نفاذ نہ کرکے آئینِ پاکستان کی خلاف ورزی کی ہے، معاشرے کے بگڑے ہوئے افراد نے ان کے طلباء و طالبات کے بار بار کے انتباہ کے باوجود انہوں نے فحاشی و بے حیائی کے خلاف اپنا رویہ نہیں بدلا اس لیے ارشادِ رسول ﷺ کی روشنی میں بزورِ طاقت شریعت کا نافذ کرنا اور معاشرے سے برائیوں کو ختم کرنا ان پر فرض ہوگیا ہے اور وہ یہ کام کر گذریں گے۔ ظاہر ہے کہ لال مسجد کی برقع پوش انتظامیہ کے اس بیان

سے اور وفاق المدارس سے وابستہ علماء و اساتذہ کی طرف سے ان کے مطالبے کی مکمل تائید سے یہ بات بالکل واضح ہوجاتی ہے کہ ان حضرات کے سیاسی اور فوجی دونوں عزائم تھے (اور اب بھی ہیں) اور وہ ملک خصوصاً دارالحکومت اسلام آباد کی مرکزی جگہ پر قبضہ جما کر، معاشرے میں انتشار پھیلا کر اور لوگوں کو اغواء کے واقعات اور اسلحہ کی نمائش سے خوف زدہ و دہشت زدہ کر کے اپنے ان عزائم کو پایۂ تکمیل تک پہنچانا چاہتے تھے۔

اس کی تائید اور دستاویزی شہادت ان دو کتابچوں سے بھی ہوتی ہے جو لال مسجد انتظامیہ نے اپریل ۲۰۰۷ء میں شائع کیے تھے جس کا انکشاف معروف صحافی اور اخبار ''جنگ'' کے کالم نگار جناب حامد میر نے مذکورہ اخبار کی ۲ راگست کی اشاعت میں ''قول و فعل کا تضاد'' کے عنوان کے تحت کیا ہے۔ اس کالم میں موصوف نے ملک کے جید دیوبندی علماء اور ان کے ہم مسلک فرقہ ''جماعتِ اسلامی'' کے امیر ترین ''امیر'' جناب قاضی حسین احمد صاحب کے لال مسجد میں محصور دہشت گردوں اور ان کے سردار ''برقع برادران'' کے ساتھ منافقانہ رویہ کا ذکر کیا ہے۔ حامد میر صاحب کو یہ کتابچے لال مسجد کے نائب خطیب نے اس وقت دیئے تھے جب اپریل ۲۰۰۷ء میں ان کا انٹرویو لینے وہاں گئے تھے۔ ان میں ایک کتابچہ پاکستان میں اسلامی نظام کے عملی نفاذ سے متعلق ''تحریک طلباء و طالبات'' کے عنوان سے تھا اور دوسرا کتابچہ ''تحریک طلباء طالبات کے مقاصد'' کے بارے میں تھا۔ اس کتابچے میں ملک بھر کے معروف ۸۸ دیوبندی علماء کے ناموں کی ایک فہرست شائع ہوئی جنہوں نے ''برقع'' برادران اور لال مسجد کے طلباء و طالبات کے مطالبات اور لائحہ عمل کی مکمل حمایت کا اعلان کیا تھا۔ لیکن جناب حامد میر صاحب نے غالباً بعض مصلحتوں کی وجہ سے یا شاید اخبار جنگ نے اپنی پالیسی کے تحت صرف ۱۸ علماء کے نام کالم میں درج کیے ہیں، ۷۰ ناموں کو حذف کردیا گیا ہے۔ اس کتابچے میں یہ بھی لکھا ہوا ہے کہ ۱۵ رفروری ۲۰۰۷ء کو قاضی حسین احمد صاحب لال مسجد آئے اور انہوں نے مسجد میں موجود طلباء کے ساتھ اظہارِ یکجہتی کے لیے نفلی اعتکاف کیا اور طلباء کو اپنی حمایت کا یقین دلایا۔

یہاں یہ بات بھی قابلِ غور ہے کہ جو حضرات بڑی راتوں مثلاً لیلۃ القدر، لیلۃ الاسریٰ وغیرہ میں مسجدوں میں نفلی اعتکاف اور شب بیداری کو بدعت سیّہ قرار دیتے نہیں تھکتے، وہ لال مسجد میں نفلی اعتکاف کے ثواب کا زبردستی مزہ لوٹنے جا رہے ہیں۔ پھر ''الاعمال بالنیات'' کے تحت اگر واقعی قاضی صاحب اعتکاف کی ہی نیت سے گئے تھے تو صرف اعتکاف کر کے واپس آجاتے اور سیاسی مذاکرات نہ کرتے۔ جب دُنیوی سیاسی مقصد کی تکمیل کی خاطر ''برقع'' برادران سے محوِ گفتگو ہوگئے تو اب اعتکاف کیسا اور اس کا ثواب کیسا؟ کاش کہ قاضی صاحب نے مجددِ عصر حضور مفتیٔ اعظم مصطفیٰ رضا خاں نوری قدس سرہٗ جیسے بزرگوں کے سامنے زانوئے ادب تہہ کیا ہوتا تو انہیں آدابِ بندگی سے آگاہی ہوتی۔ ایک طرف آپ نے کائنات کے سردار اور ہمارے آقا و مولیٰ ﷺ کو معاذ اللہ ''عرب کے ایک چرواہے'' کا لقب دینے والے پیروکار کا عمل ملاحظہ کیا۔ اب دوسری طرف ایک رہبرِ شریعت و طریقت، مجدد وقت، مفتیٔ اعظم محمد مصطفیٰ رضا خاں قادری برکاتی نوری علیہ الرحمۃ والرضوان کی اپنے آقا و مولیٰ ﷺ کی سنتِ مبارکہ کی پیروی کا حال سنیں، اپنے ایمان کو جلا بخشیں اور شریعت کا مسئلہ بھی سمجھ لیں۔

ایک مرتبہ آپ حرم شریف میں بعد طواف بیٹھے ذکر اذکار فرما رہے تھے کہ ایک صاحب نے انہیں زمزم شریف نوش کرنے کے لیے پیش کیا۔ آپ نے جزاک اللہ فرمایا اور فوراً گلاس لے کر مسجدِ حرام کے دروازے کے باہر تشریف لے گئے، زمزم شریف پیا، پھر واپس تشریف لاکر اپنی نشست پر تشریف فرما ہوگئے۔ زمزم لانے والے صاحب نے دریافت کیا حضرت آپ نے اتنی زحمت کیوں فرمائی، یہیں زمزم شریف پی لیتے۔ آپ نے فرمایا، بات یہ تھی کہ میں نے مسجد شریف میں داخل ہوتے وقت سنّتِ اعتکاف کی نیت نہ کی تھی، اس لیے باہر جاکر زمزم شریف پیا اور اب اعتکاف کی نیت کر کے آیا۔ انہوں نے کہا کہ کوئی بات نہیں، آپ اعتکاف کی نیت فرما لیتے، پھر

یہیں زمزم شریف پی لیتے۔ آپ نے فرمایا کہ آپ نے جس وقت زمزم شریف پیش کیا مجھے سخت پیاس لگی تھی اگر اب میں اعتکاف کی نیت کرتا تو اصل نیت تو پیاس بجھانے کی ہوتی، اعتکاف کا اجر نہ ملتا چونکہ پیاس بجھانے کی خاطر ایسا کرتا جبکہ اعتکاف خالصاً لوجہ اللہ ہوتا ہے۔

قاضی صاحب! یہ آدابِ بندگی و زندگی وہی حضراتِ قدس سکھا سکتے ہیں جو اہل اللہ ہیں، جو شریعت و طریقت دونوں کے مجمع البحرین ہوتے ہیں، جو لوگ اپنے ذاتی اور سیاسی مقاصد کی تکمیل اور جان و مال کی حفاظت کی خاطر ہمہ وقت مسلح دستوں اور ڈنڈا بردار پولیس کے حلقوں میں گھرے ہوتے ہیں، وہ خود اپنے عمل سے اپنے مجرم ہونے اور اللہ مالک و مولیٰ کی ذات پر ایمان کامل نہ ہونے کے مُقِر ہوتے ہیں، وہ انسانیت دشمن ہیں۔ وہ خود کو اور اپنے پیروکاروں کو ہلاکت میں ڈالنے والے ہوتے ہیں، یہ بھٹکے ہوئے کسی کی کیا رہبری و رہنمائی کر سکیں گے؟

ادھر آ ہر قدم پر حسنِ منزل تجھ کو دکھلا دوں
فلک کو یاس سے منزل بہ منزل دیکھنے والے

تعجب ہے کہ جناب قاضی صاحب برس ہا برس حضرت علامہ شاہ احمد نورانی صدیقی صاحب کی صحبت میں رہے اور انہیں بہ بانگِ دہل اپنا امام اور پیر و رہنما کہتے رہے لیکن نہ آدابِ فرزندی سیکھے نہ بندگی کا سلیقہ۔ شاید وہاں بھی اپنے گروہ کی روایتی پالیسی مداہنت و منافقت کا شکار رہے۔

غصب شدہ زمین پر تعمیر مدرسہ و مسجد:

لال مسجد کرائسس کے دوران ''برقع برادران'' اور ان کے حمایتی دیوبندی فرقہ کے علماء کی طرف سے دیگر مطالبات کے علاوہ جو اہم مطالبہ سامنے آیا اور جو اس کرائسس کے سنگین تر ہونے کا فوری سبب بھی بنا، وہ ان آٹھ مساجد کی تعمیر نو اور ان کا لال مسجد کی انتظامیہ کے حوالے کرنا تھا جو سی۔ڈی۔اے (Capital Development Authority) نے اس بنا پر گرادی تھیں کہ وہ غصب شدہ زمین پر ناجائز طریقہ پر بنائی گئی تھیں۔

لال مسجد وہ مسجد ہے جو اسلام آباد میں غالباً ۱۹۶۰ء/۱۹۶۱ء میں صدر ایوب خاں کے دور میں سرکاری طور پر بنائی گئی تھی جب شروع شروع دارالحکومت کراچی سے اسلام آباد منتقل ہوا تھا۔ یہ مسجد محکمہ اوقاف کی تحویل میں تھی، امام و خطیب کی وہاں ضرورت تھی۔ اس زمانے میں پیر دیول شریف مرحوم کو صدر ایوب خاںؒ کا بڑا قرب حاصل تھا۔ مشہور یہی ہے کہ وہ صدر ایوب کے پیر تھے۔ ''برقع برادران'' کے ابا جان عبد اللہ ایک عام سے غیر معروف دیوبندی مولوی تھے، بے روزگار بھی تھے۔ لال مسجد اسلام آباد کی مرکزی جامع مسجد تھی لہٰذا ایک پلاننگ کے تحت ان کو پیر دیول شریف مرحوم سے مرید کرایا گیا۔ موصوف ان کے آگے پیچھے خادم کی طرح رہنے لگے۔ مداہنت اور منافقت کا لبادہ اوڑھ کر خود کو سنّی ظاہر کرتے تھے۔ پیر صاحب کی ذکر و فکر اور میلاد شریف کی محفل میں شریک ہو کر تمام معمولات ادا کرتے تھے۔ عبد اللہ صاحب نے پیر صاحب سے سفارش کی حضرت میں بیروزگار ہوں، آپ صدر ایوب سے کہہ کر لال مسجد کی امامت و خطابت دلوادیں۔ پیر دیول شریف مرحوم سیدھے سادے انسان تھے وہ انہیں پہچانے نہیں، ان کی سفارش کردی اور یہ لال مسجد کی مسندِ امامت و خطابت پر مامور ہو گئے۔ پھر انہوں نے صدر مملکت کے حضور رسوخ حاصل کر لیا، محکمہ اوقاف میں بھی دخیل ہو گئے۔ گریڈ پر گریڈ بڑھواتے رہے۔ صدر ایوب کی برطرفی کے بعد بلّی تھیلے سے باہر آ گئی۔ اب کھل کر اپنے عقیدۂ مسلک کی تبلیغ کرنے لگے۔ صدر ضیاء الحق کے زمانے میں ان کے بھاگ کھل گئے۔ افغانستان پر روسی حملہ کے بعد صدر ضیاء الحق نے امریکہ کی شہ پر وہاں کے مجاہدین کے حمایت میں پاکستانی فوج بھیجنے کے بجائے یہاں سے مجاہدین بھیجنے کا فیصلہ کیا تو مولوی عبد اللہ صاحب صدر ضیاء الحق کے ہر طرح سے کام آئے۔ پہلے علماء سے جہاد کے حق میں فتویٰ لیا، افغان مہاجرین کے طلباء (طالبان) کا پاکستان کے تمام بڑے دیوبندی مدارس میں داخلہ کا بندوبست کیا، ان کی تعلیم و تربیت کے علاوہ ان کی ''جہادی'' تربیت کی ذمہ داری بھی نبھائی، اسلحہ کی کھیپ کی کھیپ ان کے پاس آنے جانے لگی۔ ضیاء الحق صاحب ان

سے بہت خوش ہوگئے اور انہیں ان ''خدماتِ جلیلہ'' کے صلہ میں خوب خوب نوازا۔ پھر صدر ضیاء الحق کے بعد جتنی بھی حکومتیں اور صدور آئے، ان کو اپنی افغان پالیسی کی حمایت کے لیے عبداللہ صاحب کی ضرورت رہی۔

اس دوران چونکہ ان کے عسکری اور خفیہ ایجنسیوں کی اعلیٰ شخصیات سے روابط مضبوط ہوگئے، انہوں نے لال مسجد کی حدود کو ملحقہ غصب شدہ زمین پر وسیع سے وسیع تر کر کے اپنی جائیداد بنانا شروع کردی۔ مدرسہ حفصہ محکمۂ تعلیم کو الاٹ شدہ وسیع وعریض رقبہ کی غصب شدہ زمین پر قائم کیا گیا اور اس کی چھ منزلہ عمارت قلعہ کی طرز پر بنائی گئی۔ اس طور پر موجودہ حکومت کی خفیہ رپورٹ کے مطابق اسلام آباد اور اس کے اطراف میں ان کے ۲۸ مدارس اور لال مسجد کے علاوہ آٹھ دیگر مساجد ان کے قبضۂ اثر میں آ گئی تھیں۔ کشمیر میں وہابی جہادی تنظیموں، لشکرِ طیبہ، حرکۃ المجاہدین، حرکۃ الانصار، جیش محمدی وغیرہم کی طرف سے نام نہاد جہادِ کشمیر میں حصہ لینے اور افغانستان میں طالبان کی حکومت کے قیام کے بعد ان کے رابطے مذکورہ وہابی جہادی تنظیموں اور طالبان افغانی حکومت سے مزید مضبوط ہوگئے۔ اب طالبان مجاہدین کی کھلے بندوں ان کے پاس آمد و رفت شروع ہوگئی۔ کشمیر میں جہاد کرنے والی کالعدم وہابی تنظیمیں اپنے مجاہدین کو فوجی تربیت کے لیے افغانستان بھیجنے لگیں۔ آنجہانی مولوی عبداللہ اور ان کے ساتھیوں کو ایک طرف ان وہابی جہادی تنظیموں کی حمایت حاصل ہوگئی تو دوسری طرف ان تنظیموں کو پاکستان کے دارالحکومت کے عین قلب میں لال مسجد کی صورت میں ایک پناہ گاہ میسر آ گئی۔ ان جہادی تنظیموں کا پاکستان کو تباہ و برباد کرنے کا کیا منشور تھا، اس کے لیے ملاحظہ ہو، روزنامہ ''پاکستان''، لاہور، مورخہ ۹ نومبر ۱۹۹۶ء، اور ماہنامہ ''اہلِ سنت'' گجرات، ماہِ دسمبر ۱۹۹۸ء۔ مثال کے لیے صرف ایک کالعدم جہادی تنظیم ''لشکرِ طیبہ'' کے مقاصد کی، جس کا فوجی ہیڈ کوارٹر مرید کے میں ہوا کرتا تھا، ایک رپورٹ ملاحظہ ہو:

''آج پاکستان بھر میں سنی مسلمانوں کو کشمیر کے جہاد کے بہانے لشکرِ طیبہ، حرکۃ المجاہدین، حرکۃ الانصار، حزب المجاہدین، تحریک المجاہدین، البدر، جیش محمد اور دیگر وہابی تنظیموں میں شامل کیا جارہا ہے۔ حالانکہ یہ وہ تنظیمیں ہیں جن کے بڑوں نے انگریزوں کے خلاف جہاد سے منع کیا اور ہندوؤں کا بھرپور ساتھ دیا۔ آج وہابی دیوبندی تنظیمیں جہاد کے نام پر ہندوستان کو اپنا دشمن ظاہر کررہی ہیں۔ ذرا سوچئے اگر یہ واقعی دشمن ہیں تو پھر بھارتی حکومت اپنے دشمنوں کے عالمی مرکز مدرسہ دیوبند کا محاصرہ کیوں نہیں کرتی؟ دہلی کی جامع مسجد کے دیوبندی امام بخاری کو گرفتار کیوں نہیں کرتی؟ دہلی میں تبلیغی جماعت کے عالمی مرکز کو مسمار کیوں نہیں کرتی؟ کیا یہ ساری حقیقتیں انڈین حکومت کے علم میں نہیں ہیں؟ یقیناً ہیں مگر ایسا سب کچھ مسلمانوں کو دھوکہ دینے اور ہندو اور یہود کے پاؤں مضبوط کرنے کے لیے کیا جارہا ہے۔ اب یہ مسلمانوں کی ذمہ داری ہے کہ ان حقائق کو جاننے کے بعد ان کے بناوٹی جہاد سے دور رہیں۔۔۔۔''

''ملک کو مکمل تہس نہس کرنے اور یہاں نیا دین، نئی شریعت اور نیا کلچر رائج کرنے کے لیے مذہب کے نام پر ایک دہشت گرد عسکری تنظیم خفیہ طور پر مکمل تیاری میں مصروف ہے جو منافقت اور دھوکہ فریب کے پردوں اور جعلی جہادِ کشمیر کے لبادوں میں لپٹی اپنی تیاری مکمل کررہی ہے۔ اس دہشت گرد تنظیم کا نام لشکرِ طیبہ ہے اور ''مرید کے'' میں اس کا ہیڈ کوارٹر ہے جس کی سرپرستی بعض بیرونِ ملک کی ایجنسیاں کررہی ہیں۔ اس تنظیم کے مقاصد کا خلاصہ حسبِ ذیل ہے:

۱۔ مضبوط ترین عسکری قوت بننا جو وقت آنے پر افواجِ پاکستان سے نبرد آزما ہو سکے۔ اس مقصد کے حصول کے لیے جہادِ کشمیر کو حیلہ بنانا اور عوام کو جہاد کا چکمہ دے کر اپنے تربیتی اداروں اور کیمپوں میں لے جا کر انہیں جبراً وہابی اہلِ حدیث بنانا، جو نہ مانے اس کو قتل کر کے بڑے خاص انداز سے یہ مشہور کرنا کہ یہ ہمارا مجاہد ہے جو جہاد میں شہید ہوگیا ہے۔ پھر اس کے بارے میں اخبارات میں جھوٹی خبریں چھپوانا اور غائبانہ نمازِ جنازہ پڑھنا۔

۲۔ افواجِ پاکستان میں دھڑے بندی، مذہبی منافرت اور مذہبی گروہ بندی بنانا تاکہ فوج انتشار کا شکار ہو کر کمزور ہو جائے اور وقت آنے پر فوج کے اندر ان کی تیار لابی ان کا ساتھ دے اور فوج کے جو گروہ ان کے مخالف نظریات رکھتے ہوں، ان کو مار بھگایا جاسکے۔ اس مقصد کے حصول کے لیے فوجی اداروں میں اپنے مکتبۂ فکر کے آفیسر اور خطیب مقرر کرانا اور انہیں اپنے نظریات کے پرچار کے لیے فوج میں فری ہینڈ دلوانا۔

[خصوصی نوٹ: اس کی زندہ مثال تبلیغی جماعت کے اجتماع میں شرکت کے لیے افواجِ پاکستان کے تینوں شعبے، آرمی، ایئرفورس اور نیوی کے جوانوں اور افسروں کو نہ صرف فری ہینڈ دینا بلکہ ان کو اجتماع میں شرکت کے لیے تبلیغی وہابی افسروں کی طرف سے باقاعدہ تشویق و ترغیب دینا اور ٹرانسپورٹ مہیا کرنا ہے۔ لیکن کوئی جوان سنّی تبلیغی جماعت ''دعوتِ اسلامی'' کے اجتماع میں اگر چھٹی لے کر بھی جانا چاہے تو اس کے خلاف فوجی تنظیمی قوائد کی خلاف ورزی کی شق لگا کر تادیبی کاروائی کی دھمکی دینا، اسی طرح کراچی کی ایک ائیر بیس (Air Base) میں ایک سینئر آفیسر کے لیے اپنا ہیڈ کوارٹر چھوڑ کر نہ جانے کی پابندی ان کے ایک تبلیغی کمانڈنگ آفیسر نے اس لیے لگادی تھی کہ وہ ایک اعلیٰ پایہ کے سنّی عالمِ دین اور مفتی تھے اور میلادالنبی ﷺ کے جلسوں میں فی سبیل اللہ خطاب فرماتے تھے۔ فوج میں فرقہ پرستی اور تعصب کی ایک اور مثال کارساز پر بخاری شاہ صاحب علیہ الرحمۃ کے مزار سے متصل مسجد اور مدرسہ پر، جو گذشتہ ۲۵ سال سے قائم تھا، راتوں رات قبضہ اور پھر مدرسہ کو نیوی کی تحویل میں دینے کے بجائے شہر کی ایک متعصب وہابی تنظیم ''عالمگیر ویلفیئر ٹرسٹ'' کی انتظامیہ کے حوالہ کرنا ہے۔ اسی طرح ملیر کینٹ بازار میں اہلِ سنت کی ایک نیک فیاض خاتون کی اپنے پیسوں سے تعمیر شدہ مسجد پر دیوبندی کمانڈنگ آفیسر کی طرف سے جبراً قبضہ کر کے آرمی انتظامیہ کے حوالے کرنا اور پھر وہاں دیوبندی مسلک کے خطیب و امام کی تقرری ہے۔ یہ صرف چند مثالیں ہیں، ایسی سیکڑوں مثالیں دی جاسکتی ہیں۔]

۳۔ پاکستان کو نجدی اسٹیٹ بنانا جس کو عرب ممالک کی طرح انگریز مغربی ممالک کی سرپرستی حاصل ہو۔ اس مقصد کے حصول کے لیے ملک میں سرِ عام نجدیت کا پرچار کرنا اور مختلف حیلوں سے لوگوں کے ایمان خراب اور عقیدہ تباہ کرنا تاکہ وقت آنے پر عربوں کی طرح ان کی غیرتِ ملی اور حمیتِ دینی مردہ ہو چکی ہو اور وہ چپ چاپ سب کچھ برداشت کر جائیں۔

۴۔ مسلمانوں کے دلوں سے انبیاء عظام علیہم الصلوٰۃ والسلام اور اولیاء کرام رحمہم اللہ تعالیٰ کی محبت اور عقیدت مختلف طریقہ ہائے واردات سے ناپید کرنا تاکہ وہ دین کی برکات سے محروم ہو کر بے دست و پا ہو کر رہ جائیں اور ان کو بھیڑ بکریوں کی طرح اپنی مرضی سے ہانکا جاسکے۔ اس مقصد کے حصول کے لیے انبیاء عظام علیہم الصلوٰۃ والسلام، صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اور اولیاء کرام رحمہم اللہ تعالیٰ کی محبت اور عقیدت کو کفر اور شرک قرار دینا اور ان پاک ہستیوں کے خلاف تقاریر اور لٹریچر کے ذریعے منافرت پھیلانا تاکہ وقت آنے پر ان ہستیوں کے مزارات و آثار کو نیست و نابود کیا جاسکے (جو اسلامی قوت کا سرچشمہ و مرکز شمار ہوتے ہیں)۔

۵۔ سرکاری اور نجی اداروں میں اپنا اثر و رسوخ پیدا کرنا تاکہ ہر سطح پر حصولِ مقاصد میں آسانی پیدا ہو۔ اس مقصد کے حصول کے لیے ہر ادارے میں اپنے ایجنٹ ایڈجسٹ کرانا۔

۶۔ اہلِ سنت و جماعت کے خلاف مختلف پروپیگنڈے کر کے اس کو ختم کرنا اور یہاں انگریزوں کی خود ساختہ نجدی شریعت نافذ کرنا۔ اس مقصد کے حصول کے لیے اپنے ہم نظریہ مولویوں کی مکمل سرپرستی کرنا اور جو علماءِ اہلِ سنت ان کے خلاف لوگوں کو آگاہ کریں، ان کو قتل کرا دینا۔ صوبۂ سرحد کے سابق صوبائی اسمبلی نے نفاذِ شریعت کے لیے جو حسبہ بل پاس کیا تھا، اس میں بھی شریعت کی اپنی من مانی تعریف کی گئی تھی اور مجلسِ عمل کی شریک کار جماعت جمعیت علماءِ پاکستان کے اعتراض کے باوجود بل کی اس مخصوص شق پر جمعیت کا اعتراض نظر انداز کر کے منظور کیا گیا۔ اس سلسلے میں اس وقت کے جمعیت کے نائب سینئر صدر صاحبزادہ

ابوالخیر نقشبندی صاحب نے تمام سنّی علماء، اسکالر اور دانشوروں کو ایک گشتی مراسلہ تحریر کیا تھا جس میں بل کے نفاذ کے خلاف احتجاج کے لیے کہا گیا تھا۔ (ملاحظہ ہو، معارفِ رضا ستمبر ۲۰۰۵ء کا اداریہ ''ہائے اس زود پشیماں کا پشیماں ہونا'')۔

۷۔ مذکورہ مقاصد کے حصول میں جب ہر سطح پر نمایاں کامیابی کے آثار نظر آنے لگیں تو یک دم ہلہ بول دینا اور اپنے سرپرست ممالک کی افواج کو بلوا کر اس ملک پر قبضہ کر لینا اور یہاں وہی تاریخ تازہ کر دینا جو عرب ممالک میں ترکوں کی (سنّی) اسلامی حکومت اور ان ممالک کے سنی مسلمانوں کو ان نجدیوں کے ہاتھوں پیش آئی تھی۔''

(ملاحظہ کیجئے، ماہنامہ ''اہلِ سنت'' گجرات، ص: ۵، ۶، ۷، ماہِ دسمبر ۱۹۹۸ء)

اس رپورٹ پر تبصرہ کرتے ہوئے محترم محمد نجم مصطفائی تحریر کرتے ہیں:

''مسلمانو! مذکورہ رپورٹ کو جان لینے کے بعد یہ حقیقت کھل کر واضح ہو جاتی ہے کہ وہابیوں کے نام نہاد جہادی اور عسکری تنظیم لشکرِ طیبہ (اور دیگر تنظیمیں بھی) جب اپنے مقاصد کو حاصل کر لے گی (کر لیں گی) تو اس پاک سرزمین پر کیسی اندھیری رات ہوگی کہ جس کے منحوس سائے ہر سمت پھیل چکے ہوں گے۔ ذرا اس دن کو تصور میں لائیے خدانخواستہ اس دھرتی پر سنی اور وہابی بنیادوں پر جنگ چھڑ گئی تو کون سا گھر اور کون سا قومی ادارہ ہے جو اس خون ریز تصادم سے محفوظ رہے گا۔ حکومتِ وقت کی یہ ذمہ داری ہے کہ وہ اس خطرناک ناسور پر قابو پائے۔ اگر خدانخواستہ یہ خوفناک معاملہ ہاتھوں سے نکل گیا تو پھر اس ملک کی آنے والی نسلیں روزِ محشر تک حکومتِ وقت کی لاپرواہی اور چشم پوشی کا ماتم کرتی رہیں گی اور اس کا تمام تر وبال بروزِ محشر حکومت کی گردن پر آسکتا ہے۔ ۷ (اس سلسلہ میں آج جو صوبہ سرحد کے علاقہ پاڑا چنار میں باقاعدہ مسلح دیوبندی اور شیعہ تصادم ہو رہا ہے اور جس میں ایک سو سے زیادہ جانیں اب تک ضائع ہو چکی اور املاک کا نقصان الگ حتیٰ کہ پاکستان کی سیکیورٹی فورسز سے بھی مسلح طرفین کو قابو میں کرنا مشکل ہو رہا ہے، ہماری آنکھیں کھولنے کے لیے کافی ہے)۔

لال مسجد کے مولوی عبداللہ اور ان کے بیٹے (برقعہ برادران) انہی تنظیموں کے آلۂ کار تھے۔ لال مسجد کالعدم دہشت گرد تنظیموں کے جہادیوں کا مرکز بن گئی تھی۔ دوسرے الفاظ میں گویا لال مسجد اب لال قلعے میں تبدیل ہو گئی تھی۔ ساتھ ہی ساتھ مولوی عبداللہ کی زبان و بیان میں شدت آگئی۔ ان کی ہر تقریر اور جمعہ کا ہر خطاب فرقہ وارانہ رنگ کا ہوتا، اہلِ سنت و جماعت کے عقائد و نظریات پر حملہ کرتے کرتے، انہوں نے اپنا رخ اہل التشیع کی طرف موڑ دیا۔ حکمراں طبقہ، عسکری اور خفیہ ایجنسیوں کی اعلیٰ شخصیات سے رابطوں نے ان کو متکبر بھی بنا دیا تھا۔ خود اپنے فرقہ کے معتدل مزاج لوگوں کا مشورہ بھی رد کر دیتے تھے۔ چنانچہ فرقہ ذاریت کی جو آگ انہوں نے لگائی تھی، ایک دن خود اسی میں جل کر بھسم ہو گئے۔ کلاشنکوف بردار پہریداروں کے جھرمٹ میں رہتے ہوئے بھی قتل کر دیئے گئے۔ شاید ان کی فتنہ پروری کی وجہ سے حکومتِ وقت نے بھی ان کے قتل کا زیادہ نوٹس نہیں لیا۔

مولوی عبداللہ کے قتل کے بعد ان کے بڑے بیٹے مولوی عبد العزیز صاحب (شاگردِ رشید و مرید خاص جناب مفتی رفیع عثمانی صاحب) جانشین بنے۔ انہوں نے اپنے بھائی عبدالرشید کو جن کو ان کے ابا جان نے ان کی غیر شرعی حرکتوں کی وجہ سے گھر سے نکال دیا تھا اور عاق کر رکھا تھا، معافی تلافی کر کے اپنے پاس بلا لیا۔ اب دونوں برادران نے اپنے ابّا کے نام کے آگے ''شہید'' اور خود اپنے نام کے آگے ''غازی'' کا لاحقہ لگا لیا اور ان کی چھوڑی ہوئی کروڑوں کی جائیداد کے مالک بن بیٹھے، حالانکہ یہ ان کے گھر، دفتر، مساجد، مدرسے، یہ سب کے سب غصب شدہ زمین پر تعمیر شدہ ہیں اور ان کی تعمیر پر ان کے ''ابا جان'' کی جیب سے ایک پیسہ بھی خرچ نہیں ہوا بلکہ یہ سب پبلک کا پیسہ ہے جو زکوٰۃ، خیرات اور عطیات کے بطور وصول کیا

گیا تھا۔ ان کو اپنے ''پیارے ابا جان'' کے ناگہانی قتل پر آنجہانی ہونے کا بڑا صدمہ اور ان کے قاتلوں کی عدم گرفتاری پر شدید غصہ تو تھا ہی، اس لیے انہوں نے اپنے بزرگوں کے مشورہ سے نفاذِ شریعہ کی آڑ میں ایک ایسی اسٹریٹجی اپنائی جس سے پہلے تو دارالحکومت کے نظم وضبط کو مفلوج کر کے اس پر قبضہ کرنے کی کوشش کی جاتی، پھر سارے ملک کی دوسرے مسالک کی مساجد، مدارس، خانقاہوں اور مزارات پر قبضہ کر کے ملک میں فرقہ وارانہ فساد اور سول وار کی کیفیت پیدا کی جاتی اور جب ملک میں انارکی پیدا ہونے کی صورت میں حکومت کی رٹ کمزور ہو جاتی تو اسلام آباد سے لے کر علاقۂ غیر تک کے علاقوں کو اپنے عسکری تربیت یافتہ دہشت گرد جتھوں کی مدد سے قبضہ کر کے سعودی طرز پر ایک ''خالص اسلامی'' حکومت کے قیام کا اعلان کیا جاتا جس کے ''امیر'' اور ''نائب امیر'' بلکہ ''آمر'' اور ''نائب آمر'' یہ دونوں ''غازی امراء'' ہوتے۔ لیکن چونکہ یہ دونوں ''برقع برادران'' اپنے ''پیارے ابا جان'' کے ناگہانی آنجہانی ہونے پر شدید غم وغصہ کی بناء پر سائیکی (نفسیاتی مریض) ہو گئے اور جلد بازی میں وہ کر بیٹھے جو انہیں نہیں کرنا چاہئے تھا یعنی پوری عسکری تیاری کے بغیر اپنے اسلحوں کی بر سر عام نمائش اور پھر پاکستان کی طاقتور سکیورٹی فورسز سے دو دو ہاتھ کر بیٹھے، نتیجتاً وہ تو اپنی جان سے گئے لیکن اپنے پیچھے اپنی دس سالہ منصوبہ بندی کے شریک بزرگوں، بالخصوص وفاق المدارس کے رہنماؤں اور بالعموم اپنی پوری قوم کو ہکا بکا اور رنجیدہ کر گئے۔ (نوٹ: یہ نہیں پتا چل سکا کہ یہ بزرگ اپنے اخلاف کی اس حرکت پر شرمندہ بھی ہوئے کہ نہیں)۔

ابھی جب کہ لال مسجد کا گھیراؤ چل رہا تھا اور پھر اس پر سے دہشت گردوں کے خاتمہ کے بعد بھی دو سوالات علماء سے بار بار دریافت کیے گئے، الیکٹرونک میڈیا پر بھی اور پرنٹ میڈیا میں بھی۔

۱۔ کیا غصب شدہ زمین پر مسجد یا مدرسہ بنانا شرعاً جائز ہے؟

۲۔ لال مسجد پر پولیس ایکشن کے دوران کون مارا جانے والا شخص شرع کی رو سے شہید اور کونسا حرام موت مرے گا؟ لال مسجد سے پاکستانی سیکورٹی فورسز اور فوج پر گولی چلانے والا ''لال مسجدی مجاہد جوان'' یا اسلامی جمہوریہ پاکستان کی افواج اور اس کی سیکورٹی فورسز کا سرفروش سپاہی؟

پہلے سوال کا جواب اہلِ سنت کے علماء نے یہ دیا کہ شرعاً ایسا کرنا ناجائز ہے۔ ایسا کرنے والا نہ صرف گنہگار ہوگا بلکہ ایسی مسجد میں جو لوگ نماز پڑھیں یا پڑھائیں گے، ان کی نمازیں باطل ہوں گی اور جو پڑھے یا پڑھائے اس پر نماز کا اعادہ اور توبہ واجب۔ اس پر انہوں نے کتب فقہ سے دلائل دیئے اور صدر اول سے مثالیں دیں۔

لیکن جن علمائے دیوبند سے یہ سوال کیا گیا، الا ماشاء اللہ تقریباً سب نے اس کے اصل جواب سے گریز کرتے ہوئے آئیں بائیں شائیں کر کے یہ ثابت کیا کہ ''مسجد و مدرسہ کے سلسلہ میں ایسا کرنا ناجائز نہیں ہے۔ ہاں البتہ کوئی اپنی ذاتی ملکیت بنانے کے لیے اسے استعمال نہیں کر سکتا۔ ''برقع برادران'' اور ان کے ''پیارے آنجہانی ابا جان'' نے جن قطعات پر مساجد و مدارس بنائے وہ تو ویرانہ اور بیکار زمینیں (Barren Lands) تھیں۔ اس کا انہوں نے صحیح استعمال کیا۔ دیکھئے جی اللہ تبارک و تعالیٰ نے تو تمام کرۂ ارض کو مسلمانوں کے لیے مسجد قرار دیدیا ہے۔ بالفرض وہ زمین حکومت کی بھی ملکیت ہے تو زیادہ سے زیادہ اس سے عوامی ملکیت ثابت ہوتی ہے، ایسی زمینیں حکومت عوام کی فلاح کے لیے استعمال کرتی ہے۔ مسجد و مدرسہ سے بڑھ کر عوام کی فلاح کا کیا کام ہو سکتا ہے؟ ہاں زمین اگر کسی کی ذاتی ملکیت ہو تو اس پر زبردستی قبضہ کر کے مسجد کی تعمیر بیشک ناجائز ہوگی۔ لیکن کوئی یہ ثابت نہیں کر سکتا کہ ہمارے ان تینوں ''مجاہدینِ اسلام'' (یعنی برقع برادران اور ان کے پیارے ابا جان) نے کسی شخص کی ذاتی ملکیت کو زبردستی قبضہ کر کے مسجد یا مدرسہ بنایا ہو۔ گورنمنٹ نے مدرسہ حفصہ کو قبضہ کرنے کے بعد اس لیے ڈھا دیا کہ یہ محکمہ تعلیم کی زمین تھی تو ان ''مجاہدین'' نے بھی تعلیم گاہ بنائی تھی جہاں بچوں اور بچیوں کو مفت تعلیم دی جا رہی تھی، کوئی فائیو اسٹار ہوٹل تو نہیں بنایا تھا

جہاں عیش و عشرت کے حرام مواقع مہیا کر کے لوگوں سے کمایا جا رہا ہو۔'' ایک مولوی صاحب نے ایک ٹی وی پروگرام میں زچ ہو کر کہا کہ کیا ہوا اگر ان تینوں ''محترم دین کے علمبرداروں'' نے نادانی سے سی۔ڈی۔اے کی زمین پر مسجدیں اور مدرسے بنا بھی لیے تھے تو سی۔ڈی۔اے کی انتظامیہ تو اندھی نہ تھی، کیا وہ نہیں دیکھ رہی تھی ایک نیک اور فلاحی کام ہو رہا ہے، اس کو مفت میں الاٹ کر کے ریگولرائز کر دیتی۔ آخر یہ اختیار تو ان کو حاصل تھا اور ہے۔ اگر کسی صاحب کے فتوے کے مطابق ان مسجدوں میں نمازیں باطل تھیں تو اب صحیح ہو جائیں گی اور جو لوگ پڑھ چکے ہیں ان کو دہرانے کی ضرورت نہیں پڑے گی، اس کا الاٹمنٹ یا ریگولرائیزیشن سجدۂ سہو کی مانند ہے۔''

قارئین کرام! ملاحظہ فرمائیں کہ سوال کیا ہے اور یہ مفتیانِ دیوبند جواب کیا عطا فرما رہے ہیں! اس کو کہتے ہیں ''مارو گھٹنا، پھوٹے آنکھ''۔ لیکن لوگ اب اتنے بے وقوف نہیں کہ سچ اور جھوٹ میں تمیز نہ کر سکیں۔ انہوں نے بلکہ دنیا کے لاکھوں کروڑوں لوگوں نے جن میں مسلمان، ہندو، سکھ، عیسائی، یہودی، پارسی سبھی شامل ہیں، اپنی آنکھوں سے ٹیلیویژن اسکرین پر دیکھا ہے کہ دارالعلوم دیوبند کے دو بڑے مفتیوں نے اپنا سابقہ فتویٰ رشوت لے کر بدل دیا اور نیا لکھ کر دیدیا۔ گویا زبانِ حال سے کہہ رہے ہوں کہ ''حضرت مستفتی صاحب ہم دیوبند والے اصل نسل، جدی پشتی مفتی ہیں، مفتے نہیں ہیں کہ آپ کو مفت میں فتویٰ دیدیں، پیسے لاؤ جونسا چاہو فتویٰ لے لو جس قدر زیادہ گڑ ڈالو گے اتنا زیادہ میٹھا ہوگا اور خبردار کسی سے شکایت نہ کرنا۔ ہم دارالعلوم دیوبند کے مفتی ہیں، دنیا میں ہماری دھاک ہے، تمہاری کوئی نہ سنے گا، ذلیل ہو گے۔''

دوسرے سوال کے جواب میں علماءِ اہلسنّت کا جواب بالکل صاف او[ر] [صح]یح تھا کہ اسلامی حکومت کے فرائض میں ہے کہ سرحدوں پر اگر بیرونی دشمن حملہ کرے تو اس کے خلاف جنگ کرے۔ اس دوران جو بھی فوجی مارا جائے گا، وہ شہید ہوگا اور دشمن حرام موت مرے گا۔ اسی طرح اگر مملکت کے اندرونی دشمن ملک کے اندر بغاوت کریں یا فتنہ و فساد پیدا کریں اور اگر ان کو روکا اور سمجھایا جائے تو اسلامی فوج پر حملہ آور ہوں تو فوج پر لازم ہے کہ ان کی بیخ کنی کرے اور امن و امان قائم کرے۔ اس فرض کی ادائیگی میں جو فوجی جاں بحق ہوگا، وہ شہید ہے اور جو باغی مارا جائے گا وہ حرام موت مرے گا۔ لال مسجد کے جو دہشت گرد ہلاک ہوئے، حرام موت مرے اور افواجِ پاکستان اور سیکیورٹی فورسز کے جو جوان اس ایکشن میں جاں بحق ہوئے، وہ بلاشبہ شہید ہیں۔ البتہ اس لڑائی میں دو طرفہ گولیوں کی زد میں جو معصوم طالب علم اور طالبات جنہیں دہشت گردوں نے یرغمال بنایا ہوا تھا، وہ بے گناہ مارے گئے، وہ بھی شہید کہلائیں گے۔ علمائے دیوبند میں سے اس سوال کے دو جواب آئے۔ بعض نے لال مسجد کے دہشت گردوں کو ''مجاہد'' قرار دے کر کہ اسلامی نظام کے نفاذ اور مسجد کے دفاع کی خاطر ''جہاد'' کر رہے تھے، شہید قرار دیا اور افواجِ پاکستان اور سیکورٹی فورسز کے جاں بحق ہونے والے نوجوانوں کو حرام موت کا مرتکب قرار دیا۔ دوسرے لوگوں نے جس میں مفتی رفیع عثمانی صاحب بھی شامل ہیں، نہایت گول مول جواب دیا۔ مفتی رفیع عثمانی کا جواب جو روزنامہ جنگ، ۱۱؍جولائی ۲۰۰۷ء، ص: ۱۷ پر شائع ہوا، وہ ملاحظہ ہو:

''لال مسجد آپریشن میں فریقین کی طرف سے جاں بحق ہونے والے افراد کو شہید قرار دیا جا سکتا ہے، اس کا انحصار ان کی نیت پر ہے۔ دیکھنا ہوگا کہ لال مسجد کے اندر جاں بحق ہونے والوں کی نیت کیا ہے، اگر وہ اس نیت کے ساتھ لڑ رہے تھے کہ اللہ تعالیٰ اور نبی پاک ﷺ کے دین کو بچایا جائے، غیر اسلامی اقدام کو روکا جائے تو اس حوالے سے رائے کا مختلف ہونا معنی نہیں رکھتا ہے، وہ شخص شہید ہے اسی طرح سے سیکیورٹی فورسز میں شامل اہل کاروں کی نیت کو دیکھنا ہوگا۔ اگر وہ اس نیت کے ساتھ آپریشن میں شریک تھے کہ مسجد اور مدرسے میں موجود لوگ ایسی سرگرمیوں میں ملوث ہیں جو شرعاً صحیح نہیں تو وہ شہید قرار پائیں گے لیکن اگر وہ ملازم کے طور تنخواہ کے عوض کاروائی میں شریک تھے تو شہید نہیں ہوں گے، جہنمی ہوں گے۔''

۱۔ بادی النظر میں ایسا لگتا ہے کہ مفتی صاحب یہ گول مول فتویٰ دے کر لال مسجد کے دہشت گردوں کو بھی خوش رکھنا چاہتے ہیں اور حکومتِ وقت کو بھی ناراض نہیں کرنا چاہتے۔ لیکن بغور دیکھا جائے تو مفتی صاحب نے اپنے سیاسی عقیدہ کا کھل کر اظہار کر دیا ہے۔ اس اعتبار سے یہ ایک سیاسی بیان ضرور ہے، فتویٰ کسی طور پر نہیں کیوں کہ شریعت کا حکم ظاہر پر ہے نہ کہ نیتوں پر۔ نیتوں کا حکم تو اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے یا پھر اس کے بتائے سے اس کے نبی مکرم ﷺ جانتے ہیں۔ ایک شخص نے اگر کسی نماز کے وقت پر طہارت کے ساتھ قیام و رکوع و سجود وغیرہ میں اختتامِ نماز تک اراکین، فرائض، واجبات، سنن وغیرہ ادا کیے تو فتویٰ یہی ہے کہ نماز ادا ہوگئی، اس سے یہ نہیں پوچھا جائے گا کہ تُو مسجد میں کس نیت سے آیا تھا۔

۲۔ یہ بیان سیاسی اس لیے ہے کہ مفتی صاحب نے اپنے شاگرد اور ہم مسلک دہشت گرد ''برقع برادران'' اور ان کے ساتھی جو افواجِ پاکستان کے خلاف مورچہ بند ہو کر لال مسجد کے اندر سے لڑ رہے تھے، کی ہمنوائی اور ہمت افزائی کی ہے۔ ''لال مسجد'' کے ہلاک شدگان کے لیے صرف ایک شرط بیان کی ہے ''اللہ تعالیٰ اور نبی پاک ﷺ کے دین کو بچایا جائے''، اس نیت سے لڑنے پر وہ شہید ہیں۔ یہ فتویٰ نہیں دیا کہ کس صورت میں وہ حرام موت مریں گے اور جہنمی ہوں گے۔ جبکہ افواجِ پاکستان کے لیے دو شرائط بیان کی، پہلی صورت میں وہ شہید قرار پاتے ہیں، دوسری صورت میں جہنمی۔

۳۔ اس بیان سے مملکتِ خداداد پاکستان اور اس کی افواج سے ان کی دلی کدورت کا بھی پتہ چلتا ہے۔ یادش بخیر جب لال مسجد کا تنازعہ چل رہا تھا اور ابھی پولیس ایکشن نہیں ہوا تھا، اس دوران ایک چینل پر اکوڑہ خٹک، سرحد کے ایک مولوی صاحب کا بالمباشرہ اور علامہ احترام الحق تھانوی صاحب کا بذریعہ فون انٹرویو نشر ہو رہا تھا۔ جب علامہ احترام الحق صاحب سے کمپیئر نے دریافت کیا کہ لال مسجد کی انتظامیہ کی دہشت گرد سرگرمیوں کے متعلق کیا خیال ہے تو انہوں نے نہایت صاف گوئی سے کام لے کر دو ٹوک الفاظ میں یہ بات کہی کہ بدقسمتی سے آج وفاق المدارس اور اس سے متعلقہ مدارس پر قابض اکثریت ان لوگوں کی ہے جن کے آباء و اجداد نے غیر منقسم ہند میں پاکستان کے حصول کی شدت سے مخالفت کی تھی لہٰذا یہ لوگ آج بھی پاکستان کے مخالف ہیں اور انہی کے مدارس آج دہشت گردی کی تربیت کا مرکز ہیں۔ ان لوگوں نے دین اسلام، مسلمان، علماء، دینی مدارس اور ملک پاکستان کو تمام عالم میں بدنام کر دیا ہے۔

۴۔ اب مذکور مفتی صاحب استاذ عبدالعزیز برقع سے فتویٰ پوچھا جائے کہ ۱۹۴۸ء میں کشمیر میں اور ۱۹۶۵ء و ۱۹۷۱ء میں ہندوستان کی افواج کے ساتھ جنگ میں افواجِ پاکستان کے جن بہادر فوجیوں نے جانوں کا نذرانہ پیش کیا، ان کے متعلق آپ کیا فرماتے ہیں۔ کیا ملک کے یہ بہادر سپوت آپ کے خیال شریف میں سرحدوں پر اپنی تنخواہ اور الاؤنس لینے کی لالچ میں گئے تھے اور وہاں ہندوستانی فوج کی بمباری یا گولیوں سے ہلاک ہوگئے اور معاذ اللہ آپ کے بقول حرام موت مر گئے؟ یا آپ ان کی قبروں میں جا کر ان کی نیت معلوم کر کے پھر فتویٰ دیں گے؟

۵۔ مفتی صاحب کے اپنے اس فتویٰ سے یہ بھی عندیہ ملتا ہے کہ وہ لال مسجد اور جامعہ حفصہ کی انتظامیہ کے اس رویہ کے حامی تھے کہ یہاں عسکریت پسندوں کو تربیت دی جائے، اسلحہ کا ذخیرہ کیا جائے، دفاعی مورچہ بنائے جائیں اور اسلحہ کی نہ صرف نمائش کی جائے بلکہ افواجِ پاکستان کے جوانوں کے ساتھ کفار کا سا سلوک کیا جائے اور انہیں مار مار کر جہنم رسید کیا جائے۔ کیوں کہ ہر دہشت گرد یا خودکش بمبار یہی دعویٰ رکھتا ہے بلکہ عقیدہ کا اظہار کرتا ہے کہ ہم اسلامی نظامِ مصطفیٰ کے لیے لوگوں کی جانیں لے رہے ہیں۔ (معاذ اللہ)

۶۔ اگر شیعہ حضرات بھی یہی حرکت کریں جو دیوبندی فرقہ والوں نے لال مسجد میں کی اور مطالبہ کریں کہ فقہ جعفریہ کی شریعت نافذ کی جائے ورنہ بندوق کے زور پر نافذ کریں گے تو اس وقت مفتی صاحب کا فتویٰ کیا ہوگا؟

اس تجزیہ کا مدعا یہ بتانا مقصود ہے کہ یہ کسی ایک مسجد یا مدرسہ کا معاملہ نہیں اور نہ کوئی جز وقتی حادثہ ہے بلکہ یہ ایک طویل المدت سوچے سمجھے منصوبہ کی بات ہے جس کا مقصد پاکستان کے اندر ایک نجدی

حکومت کا قیام ہے اور پاکستان کی حساس فوجی تنصیبات بالخصوص جوہری تنصیبات پر قبضہ ہے اور ظاہر ہے اس کے پسِ پردہ ہنود اور صیہونی لابی ہے۔ خواہ اس کے لیے پاکستان کو توڑنا ہی کیوں نہ پڑے۔ اس کی تائید اس بات سے بھی ہوتی ہے کہ جب حکومتِ پاکستان کے وزیرِ مذہبی امور جناب اعجاز الحق نے حرم کعبہ شریف کے امام صاحب جناب علامہ الشیخ ڈاکٹر عبدالرحمٰن السدیس بن عبدالعزیز کو پاکستان آنے کی دعوت دی کہ وہ یہاں آکر اپنے ہم مسلک شدت پسند لال مسجد کے خطیب وامام ''عبدالعزیز برقع'' کو سمجھائیں اور اسے دہشت گردی اور عسکریت پسندی سے روکیں۔ تو ان کی پاکستان آمد پر ''برقع برادران'' کی طرف سے ایک بیان تمام اخبارات میں آیا تھا کہ ''اگر صدر پرویز مشرف سعودی مہمان مکرم شیخ حرم کو پاکستان کا صدر بنادیں تو ہم اپنے مطالبات اور رویوں سے دستبردار ہوجائیں گے۔'' حالانکہ کسی غیر ملکی کو اپنے ملک کے صدر بننے کی دعوت دینا کس قدر ملک دشمنی اور غداری کی بات ہے۔ سوال یہ ہے کہ ''برقع برادران'' نے نجدی حکومت کے ایک مجبور ومحصور ملازم کو صدر بنانے کی بات کیوں کی؟ ملائشیا کے مہاتیر محمد صاحب جو کہ ملائشیا کے قابل ترین حکمران رہے ہیں، ان کا نام کیوں نہیں لیا؟ وہ اپنے ملک کے قابل ترین حکمران گذرے ہیں، آدابِ حکمرانی وجہاں بانی سے اچھی طرح واقف ہیں، جنوبی مشرقی ایشیا میں ملائشیا کو فوجی اور معاشی اعتبار سے طاقتور ملک بنانے میں ان کا بہت بڑا حصہ ہے۔ مزید یہ کہ وہ امریکہ، یورپین ممالک کی استعماری طاقتوں کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر گفتگو کرنے کے عادی ہیں اور عالمی پیمانے پر مسلم ممالک کے فوجی اور اقتصادی اتحاد کے داعی ہیں، ان کے مقابلہ پر نجدی حکومت کے مذکورہ مجبورِ محض ملازم امام کی کیا حیثیت ہے جو بے چارہ اپنی مرضی سے اپنے الفاظ میں جمعہ وعیدین کا خطبہ بھی دینے کا مجاز نہ ہو؟ لیکن محترم مہاتیر محمد صاحب اس لیے پسند نہیں آئیں گے کہ وہ سنّی ہیں، عید میلاد النبی ﷺ دھوم دھام سے مناتے ہیں اور ملائشیا میں یوں بھی سرکاری طور پر یومِ عید میلاد النبی ﷺ جشن کے طور پر منایا جاتا ہے۔

سوچنے کی بات یہ ہے کہ اگر ''صالح نیت'' کو عملی جامہ پہنانے کی خاطر پاکستان کے بیس ہزار سے زیادہ دینی مدارس اور لاکھوں مساجد میں اسلحوں کا ڈھیر لگ جائے اور ان میں تعلیم حاصل کرنے والے تقریباً بیس لاکھ طلباء ہاتھوں میں کلاشنکوف اور مشین گنیں لے کر اپنے مطالبات منوانے کے لیے سڑکوں پر آجائیں تو ملک میں لوٹ مار، فتنہ وفساد، خون خرابے کو کون روک سکے گا اور ملک کی سالمیت کیسے باقی رہ سکے گی؟

بریں عقل ودانش بباید گریخت

کیا زمانے میں پنپنے کی یہی باتیں ہیں۔ سچ کہا، علامہ اقبال نے ایسے ہی لوگوں کے لیے۔

نماند آں تاب وتب در خونِ نابش
نروید لالہ از کشتِ خرابش
نیامِ او تہی چوں کیسۂ او
بطاقِ خانۂ ویراں کتابش

ہم دنیائے اسلام کے حکمرانوں بالخصوص پاکستان کے اربابِ حل وعقد سے بھی یہ مؤدبانہ گذارش کرتے ہیں کہ وہ ان تمام حقائق کا بغور اور بحیثیت آقا ومولیٰ سید عالم نورِ مجسم ﷺ کے ایک وفادار امتی کے، مشاہدہ کریں اور مسلکی ومذہبی تعصب یا فرقہ وارانہ تنگ نظری سے بلند ہوکر سوچیں کہ وہ دانستہ یا غیر دانستہ طور پر کس کے آلۂ کار بن رہے ہیں۔ نام نہاد ''روشن خیالی'' کے بجائے احکامِ الٰہی اور سنتِ مصطفیٰ کریم ﷺ کو اپنا رہبر ورہنما بنائیں، اپنا دین وایمان بچائیں اور مملکتِ خداداد پاکستان کے کروڑوں مسلمانوں کے دین وایمان اور عقیدۂ صالحہ وصحیحہ کی حفاظت کا فریضہ انجام دیں۔ یہ ان کی انفرادی، ملی اور منصبی ذمہ داری بھی ہے، ورنہ دنیا وآخرت دونوں میں اللہ کی گرفت سے نہ بچ سکیں گے۔ اگر ان حکمرانوں نے آج اپنی ایمانی اور عشقِ رسول ﷺ کی ناقابلِ تسخیر قوت سے کام لے کر اسلام اور پیغمبر اسلام ﷺ کے خلاف اٹھنے والے فتنوں کا پامردی سے مقابلہ نہ کیا تو

کل تاریخ سے ان کا نام ونشان بھی مٹ جائے گا اور اپنی قبر کی اندھیری کوٹھریوں میں اپنے کئے کی عبرتناک سزا بھگت رہے ہوں گے۔ ان کی قبروں کے نشان بھی مٹ جائیں گے۔ انہیں یاد ہونا چاہئے کہ آج بھی ہمارے وہ صالح حکمراں جنھوں نے دشمنانِ اسلام کا ڈٹ کر مقابلہ کیا اور سید عالم ﷺ کی محبت کے چراغ مسلمانوں کے دلوں سے بجھنے اور شعائرِ اسلام کو مٹنے سے بچایا۔ مثلاً صلاح الدین ایوبی، نورالدین زنگی، محمد بن قاسم، شہاب الدین غوری، اورنگ زیب عالمگیر علیہم الرحمۃ وغیرہم اپنے عظیم کارناموں کی وجہ سے زندہ ہیں۔ صبحِ قیامت تک ان کا نام عقیدت ومحبت سے لیا جاتا رہے گا۔ اب بھی موقعہ ہے کہ ہمارے حکمراں ہوش کے ناخن لیں اور توبہ کرکے حضورِ اکرم ﷺ کے سچے وفادار غلام بن کر حق وانصاف اور عدل واحسان سے کام لیں۔ ملک میں نظامِ مصطفیٰ ﷺ نافذ کرکے اپنی منصبی اور ایمانی ذمہ داری نبھائیں۔

آج لے ان کی پناہ، آج مدد مانگ ان سے

پھر نہ مانیں گے قیامت میں اگر مان گیا

اس موقع پر ہم دیوبندی، اہلحدیث اور جماعت اسلامی سے تعلق رکھنے والے سنجیدہ، غیر جانبدار، حق پسند، حق گو اور امتِ مسلمہ کا درد رکھنے والے اصحاب فکر ونظر اور اربابانِ علم وتحقیق سے بھی گزارش کرتے ہیں کہ آپ ان تمام بیان کردہ حقائق کا ٹھنڈے دل سے جائزہ لیں۔ برطانوی جاسوس ہمفرے کے انکشافات کی روشنی میں مسلم سپر پاور سلطنت ترکیہ کے زوال کے اسباب واثرات اور عرب دنیا کو یہود ونصاریٰ کی سازشوں کے تحت چھوٹی چھوٹی ریاستوں میں تقسیم کرنے کے منصوبے پر عملدرآمد کے بعد عربوں کو سیاست اور ان کے معاشی وسائل کے استعمال پر لندن اور نیویارک سے ڈکٹیشن، پھر اسی تسلسل میں افغانستان، عراق وفلسطین اور کشمیر پر غاصبانہ قبضہ اور آخر میں آج پاکستان کے اندر موجودہ دہشت گردی کی فضاء پیدا کرنے والے عناصر کے کردار، معاملات اور ان کے مفادات کا نہایت غور وفکر سے مطالعہ کریں اور ٹھنڈے دل سے انکا جائزہ لیں پھر سوچیں کہ کیا اس قدر نقصانات اٹھانے کے بعد بھی ہم من حیثیت مسلم امّہ حضور اکرم سید عالم ﷺ کی سچی محبت اور ان کی سنت اور عزت وعظمت کو معیار بنا کر آپس میں متحد ومتفق نہیں ہوسکتے؟ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کا یہی پیغام تھا اور بعد میں آنے والے اہل ایمان، تابعین، تبع تابعین، اولیاء کرام، ائمہ کرامِ امت علیہم الرحمۃ والرضوان کا یہی پیغام رہا ہے۔ محقق علی الاطلاق مجدد وقت شیخ عبد الحق محدث دہلوی اور حضرت شیخ سرہندی مجدد الف ثانی علیہما الرحمہ نے بھی ان ہی نظریات کا ابلاغ کیا ہے اور آج اعلیٰ حضرت عظیم البرکت امام احمد رضا خاں محمدی، حنفی، قادری برکاتی قدس سرہٗ کا بھی یہی پیغام ہے جو ان کی تصانیف کے ایک ایک حرف سے ثابت ہے۔ تعصب کی عینک اتار کر، غیر جانبدار ہوکر ان کا پیغام ان کی اپنی تصانیف کی روشنی میں پڑھیں۔ ان شاء اللہ تعالیٰ انشراحِ قلب ہوگا اور حق واضح ہوجائے گا۔ ہمیں یقین ہے کہ جن کے قلوب میں خشیت الٰہی کا جذبہ اور محبت رسول ﷺ کی چنگاری ہے وہ یقیناً ہماری گزارشات پر سنجیدگی سے کان دھریں گے اور حق پرستی کی راہ اپنا کر اتحاد ویکجہتی اور اسلامی جذبوں کو فروغ دینے میں ایک دوسرے کے دست وبازو بن کر ہنود ویہود اور نصاریٰ کی سازشوں کو ناکام بنائیں گے اور وحدتِ امتِ مسلمہ کو تقویت اور قوت بخشنے کا سبب بنیں گے۔

اب جس کے جی میں آئے وہی پائے روشنی

ہم نے دیا جلاکر سرعام رکھ دیا

اللہ تبارک وتعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ سید عالم ﷺ کے وسیلۂ جلیلہ سے ہر کلمہ گو کو راہِ صواب اختیار کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور مسلمانوں کو نشاۃِ ثانیہ عطا فرماکر اہل اسلام کو باطل قوتوں پر غلبہ بخشے۔ آمین بجاہ سید المرسلین ﷺ۔

چہ گویم زاں فقیرے دردمندے

مسلمانے بہ گوہر ارجمندے

خدا ایں سخت جاں رایار بادا

کہ افتاد است از بامِ بلندے

حوالہ جات

۱۔ زید ابوالحسن فاروقی مجددی الازہری، مولانا، مولوی اسمٰعیل دہلوی اور تقویت الایمان، ناشر: ضیاء اکیڈمی، کراچی، جنوری ۲۰۰۴ء، ص: ۴۳

۲۔ ایضاً، ص: ۴۶ ۳۔ ایضاً

۴۔ ایضاً، ص: ۳۳ ۵۔ ایضاً، ص: ۴۲

۶۔ ایضاً، ص: ۴۹ ۷۔ ایضاً، ص: ۴۲، ۸۲، ۱۳۹

۸۔ ایضاً، ص: ۱۴۰ ۹۔ ایضاً، ص: ۱۱۰،۰

۱۰۔ (ڈاکٹریٹ مقالہ) قمر النساء، ڈاکٹر، العلامة فضلُ حقِّ الخیرُ آبادی، مخطوطہ، ص: ۱۵۲، بحوالہ مولوی اسمٰعیل دہلوی اور تقویت الایمان، ص: ۸۲

۱۱۔ (الف) تاریخ عجیبیہ، ص: ۸۶، (ب) سیرتِ ثنائی، ص: ۳۷۲

۱۲۔ (الف) ہفت روزہ المشیر، مراد آباد، ۸ر مارچ ۱۹۲۵ء، ص: ۲، ۷، ۹، کالم (ب) ''مولانا احسن نانا توی''، ص: ۲۱۷، (ج) روئداد مدرسۂ دیوبند ۱۳۳۲ھ، ص: ۷، بحوالہ ماہنامہ فیض الاسلام، راولپنڈی، ستمبر ۱۹۶۰ء، (د) ماہنامہ ''الولی''، حیدر آباد، سندھ، نومبر، دسمبر ۱۹۹۱ اور جنوری، فروری ۱۹۹۲ء، بحوالہ ''منزل کی تلاش'' مصنفہ محمد نجم مصطفائی، ص: ۱۰۰ تا ۱۰۸

۱۳۔ منزل کی تلاش، ص: ۱۲۶ تا ۱۲۹

۱۴۔ ایضاً، ص: ۵۱، ۵۲، ۵۳ ۱۵۔ ایضاً، ص: ۶۲ تا ۶۵

۱۶۔ ملاحظہ ہو: حیاتِ طیبہ، مصنفہ جعفر تھانیسری، ص: ۳۰۷، بحوالہ ''منزل کی تلاش''، ص: ۴۶، ۵۳

۱۷۔ منزل کی تلاش، ص: ۲۲۵۔۲۲۸

.... ☆☆☆ ....

قارئین کرام توجہ فرمائیں!

ان شاء اللہ معارفِ رضا کا آئندہ شمارہ سالنامہ ہوگا جو فروری ۲۰۰۸ء میں امام احمد رضا کانفرنس ۲۰۰۸ء کے موقع پر شائع ہوگا۔ ساتھ ہی عربی اور انگریزی کا الگ شمارہ بھی شائع ہوگا۔ اس لئے جنوری، فروری اور مارچ کا معارفِ رضا شائع نہیں ہوگا۔ اگلا ماہنامہ اپریل ۲۰۰۸ء کا ہوگا۔ جو حضرات معارف رضا کا سالنامہ (اردو/عربی/انگریزی) حاصل کرنا چاہتے ہیں اور معارفِ رضا کے رکن نہیں ہیں وہ -/150 روپے فی سالنامہ کے حساب سے رقم بذریعہ منی آرڈر بھیج دیں۔ جو رکن ہیں ان کو اردو سالنامہ معارفِ رضا اعزازی طور پر روانہ کیا جائے گا۔ عربی اور انگریزی معارفِ رضا ان کو 50 فیصد رعایت پر ملے گا۔ چونکہ عربی اور انگریزی معارفِ رضا زیادہ تر باہر کے ملکوں میں جاتا ہے اس لئے اس کی تعداد کم ہوتی ہے۔ جو حضرات عربی اور انگریزی معارفِ رضا حاصل کرنا چاہتے ہیں تو وہ مندرجہ ذیل ریٹ سے رقم ادارہ کے نام منی آرڈر کردیں۔

عربی معارف برائے رکن حضرات۔ (۵۰ فیصد رعایت):

-/75 روپے (تقریباً)

عربی معارف برائے غیر رکن حضرات:

-/150 روپے (تقریباً)

انگریزی معارف برائے رکن حضرات۔ (۵۰ فیصد رعایت):

-/75 روپے (تقریباً)

انگریزی معارف برائے غیر رکن حضرات:

-/150 روپے (تقریباً)

اردو معارف برائے غیر رکن حضرات:

-/150 روپے (تقریباً)

سورۃ البقرۃ

تفسیرِ رضوی

معارفِ قرآن
من افاضاتِ امام احمد رضا

گزشتہ سے پیوستہ

مرتبہ: مولانا محمد حنیف خاں رضوی بریلوی

اور راجح یہی ہے کہ ہاروت و ماروت دو فرشتے ہیں جن کو رب عزوجل نے ابتلائے خلق کے لئے مقرر فرمایا کہ جو سحر سیکھنا چاہے اسے نصیحت کریں کہ

إِنَّمَا نَحْنُ فِتْنَةٌ فَلَا تَكْفُرْ. (البقرۃ ۱۰۲)

ہم تو آزمائش ہی کے لئے مقرر ہوئے ہیں تو کفر نہ کر۔

اور جو نہ مانے اپنے پاؤں جہنم میں جائے۔ انسے تعلیم کریں تو وہ طاعت میں ہیں نہ کہ معصیت میں۔

بہ قال اکثر المفسرین علی ما عزا لیھم فی الشفاء (فتاویٰ رضویہ قدیم ۲۰/۱۲)

(۱۱۴) وَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنْ مَنَعَ مَسَاجِدَ اللّٰهِ أَنْ يُذْكَرَ فِيهَا اسْمُهُ وَسَعَىٰ فِي خَرَابِهَا أُولٰئِكَ مَا كَانَ لَهُمْ أَنْ يَدْخُلُوهَا إِلَّا خَائِفِينَ لَهُمْ فِي الدُّنْيَا خِزْيٌ وَلَهُمْ فِي الْآخِرَةِ عَذَابٌ عَظِيمٌ ☆

(۱۱۵) وَلِلّٰهِ الْمَشْرِقُ وَالْمَغْرِبُ فَأَيْنَمَا تُوَلُّوا فَثَمَّ وَجْهُ اللّٰهِ إِنَّ اللّٰهَ وَاسِعٌ عَلِيمٌ ☆

اور اس سے بڑھ کر ظالم کون جو اللہ کی مسجدوں کو روکے ان میں نام خدا لئے جانے سے اور ان کی ویرانی میں کوشش کرے ان کو نہ پہنچتا تھا کہ مسجدوں میں جائیں مگر ڈرتے ہوئے ان کے لئے دنیا میں رسوائی ہے اور ان کے لئے آخرت میں بڑا عذاب۔

اور پورب و پچھم سب اللہ ہی کا ہے تو تم جدھر منہ کرو ادھر وجہ اللہ (خدا کی رحمت) تمہاری طرف متوجہ ہے۔ بے شک اللہ وسعت والا علم والا ہے۔

﴿۱۷﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

مسجد میں علماء سے ناخوش ہونا اور انہیں وعظ سے منع کرنا ظلم عظیم ہے۔ (اس حکم کو ''وَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنْ مَنَعَ مَسَاجِدَ اللّٰهِ أَنْ يُذْكَرَ فِيهَا اسْمُهُ'' سے ثابت فرمایا۔) (فتاویٰ رضویہ جدید ۴۴۵/۶)

﴿۱۸﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

(اور ''وَسَعَىٰ فِي خَرَابِهَا'' سے ثابت کہ) مسجد اول کو منہدم کر کے تعمیر دنیوی ہی نہیں تعمیر دینی ہی میں شامل کر دینا حرام حرام سخت حرام ہے۔ جنہوں نے ایسا کیا ہو اور جو اس میں مشیر ہوں اور جو اسے جائز رکھیں سب اس آیت کریمہ کے تحت داخل ہیں۔

فرض، فرض، قطعی فرض ہے کہ مسجد اول کو بدستور مسجد رکھیں۔ اور اگر اس کی دوکانیں کر لی گئی ہوں تو فرض قطعی ہے کہ فوراً ان دکانوں کو منہدم کر کے بدستور مسجد کا اعادہ کریں ورنہ عذاب عظیم کے مستحق ہوں گے۔ جو نہ مانیں اور قرآن عظیم کی مخالفت پر اڑے رہیں مسلمانوں کو ان سے اجتناب لازم ہے۔ ان کے پاس بیٹھنا منع ہے۔

قال اللہ تعالیٰ وَإِمَّا يُنْسِيَنَّكَ الشَّيْطَانُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرَىٰ مَعَ الْقَوْمِ الظَّالِمِينَ. (الانعام ۶۸)

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اگر کبھی شیطان بھلا دے تو یاد آنے پر ظالموں کے پاس نہ بیٹھو۔

اور اس سے بڑھ کر ظالم کون جو مسجد ویران کر کے اس کو دکانیں کر لے وہ لوگ اگر مخالفت خدا سے باز نہ آئیں تو مسلمانوں پر فرض ہے کہ کوشش کر کے مسجد کو پھر سے مسجد کر لیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم (فتاویٰ رضویہ جدید ۸۸/۸)

(۱۲۴) وَإِذِ ابْتَلَىٰ إِبْرَاهِيمَ رَبُّهُ بِكَلِمَاتٍ فَأَتَمَّهُنَّ قَالَ إِنِّي جَاعِلُكَ لِلنَّاسِ إِمَامًا قَالَ وَمِنْ ذُرِّيَّتِي قَالَ لَا يَنَالُ عَهْدِي الظَّالِمِينَ. ☆

اور جب ابراہیم کو اس کے رب نے کچھ باتوں سے آزمایا تو اس نے وہ پوری کر دکھائیں فرمایا میں تمہیں لوگوں کا پیشوا بنانے والا ہوں عرض کی اور میری اولاد سے فرمایا میرا عہد ظالموں کو نہیں پہنچتا۔

﴿۱۹﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

امامت اصل حضور پرنور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا حق ہے کہ نبی اپنی امت کا امام ہوتا ہے۔ اب حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تو نبی الانبیاء و امام الانبیاء ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔ اور ہر عاقل جانتا ہے جہاں اصل تشریف فرما نہ ہو وہاں اس کا نائب ہی قائم مقام ہوگا نہ کہ غیر۔ اور تمام مسلمان آگاہ ہیں کہ علمائے دین ہی نائبان حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہیں نہ کہ جہال۔ (جیسا کہ آیت '' قَالَ اِنِّیْ جَاعِلُکَ لِلنَّاسِ اِمَامًا'' سے ثابت) تو امامت خاص حق علماء ہے اس میں جہال کو معازعت کا اصلاً حق نہیں۔ ولہذا علمائے کرام نے تصریح فرمائی ہے احق بالامامۃ اعلم قوم ۔ (فتاویٰ رضویہ جدید ۶/۵۱۴)

(اور '' قَالَ وَمِنْ ذُرِّیَّتِیْ قَالَ لَا یَنَالُ عَهْدِی الظّٰلِمِیْنَ'' ☆ سے ثابت کہ نااہلوں کو امامت سونپنا جائز نہیں جیسا کہ)

اہل سنت کے مذہب میں امامت حق خاندانی نہیں کہ یہ رافضیوں کا خیال ہے اسی بنا پر ان کے نزدیک امامت بعد حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حق امیر المومنین مولیٰ علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم تھی۔ شیخین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو معاذ اللہ ناحق پہنچی کہ مولیٰ علی حضور کے خاندان اقدس میں سے تھے نہ شیخین رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین۔ آج تک ان کے جہال عوام یہی بہکاتے ہیں کہ خاندان کی چیز خاندان سے باہر نہیں جاسکتی۔ صدیق و فاروق کیونکر اس کے مستحق ہو گئے۔ اہل سنت یہی جواب دیتے ہیں کہ یہ دنیوی وراثت نہیں دینی منصب ہے اس میں وہی مستحق و مقدم رہے گا جو افضل ہو۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(فتاویٰ رضویہ جدید ۶/۵۱۴)

(۱۲۵) وَاِذْ جَعَلْنَا الْبَیْتَ مَثَابَةً لِّلنَّاسِ وَاَمْنًا وَاتَّخِذُوْا مِنْ مَّقَامِ اِبْرٰهِیْمَ مُصَلًّی وَعَهِدْنَا اِلٰی اِبْرٰهِیْمَ وَاِسْمٰعِیْلَ اَنْ طَهِّرَا بَیْتِیَ لِلطَّآئِفِیْنَ وَالْعٰكِفِیْنَ وَالرُّكَّعِ السُّجُوْدِ ☆

اور یاد کرو جب ہم نے اس گھر کو لوگوں کے لئے مرجع اور امان بنایا اور ابراہیم کے کھڑے ہونے کی جگہ کو نماز کا مقام بناؤ اور ہم نے تاکید فرمائی ابراہیم و اسمٰعیل کو کہ میرا گھر خوب ستھرا کرو طواف والوں اور اعتکاف والوں اور رکوع و سجود والوں کے لئے۔

﴿۲۰﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

اس آیت کی تفسیر سے متعلق دیکھو سورہ ال عمران کی آیت ۴۳۔

حدیث میں ہے: حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے گھروں میں مساجد بنانے اور انہیں ستھرا و نظیف اور خوشبودار رکھنے کا حکم دیا ہے۔

نجاستیں در کنار قاذورات مثل آب دہن و آب بینی آنکہ پاک ہیں مسجد سے ان کو دور کرنا واجب۔ تو بد مذہب گمراہ لوگ کہ ہر نجس سے بدتر نجس ہیں۔

حدیث شریف میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

اَهْلُ الْبِدَعِ شَرُّ الْخَلْقِ وَالْخَلِیْقَةِ ۔

(کنز العمال ۱ / ۲۲۳)

بد مذہب تمام مخلوق سے بد تمام جہان سے بدتر ہیں۔

دوسری حدیث میں ہے:

اَصْحَابُ الْبِدَعِ كِلَابُ اَهْلِ النَّارِ ۔

(کنز العمال ۱ / ۲۱۸)

تو ایسے لوگ جہنمیوں کے کتے ہیں۔

تو ایسے لوگوں کو خصوصاً بحال فتنہ و فساد کہ وہابیہ کی عادت قدیم ہے باوصف قدرت مساجد میں کیوں کر آنے دیا جاسکتا ہے۔

(فتاویٰ رضویہ جدید ۶/۴۹۹۔۵۰۰)

﴿ جاری ہے .... ﴾

۱۰۔ گناہ صغیرہ و کبیرہ

معارفِ حدیث
من افاضاتِ امام احمد رضا

گزشتہ سے پیوستہ

مرتبہ: مولانا محمد حنیف خاں رضوی بریلوی

(۱۲) مسلمان کی جان و مال حرام

۱۵۳۔ عن أبی هريرة رضی الله تعالیٰ عنه قال: قال: رسول الله صلی الله تعالی علیه وسلم: كُلُّ الْمُسْلِمِ عَلَى الْمُسْلِمِ حَرَامٌ مَالُهُ وَعِرْضُهُ وَدَمُهُ، حَسْبُ امْرِءٍ مِنَ الشَّرِّ اَنْ يَحْقِرَ أخَاهُ الْمُسْلِمَ.

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ہر مسلمان کا سب کچھ دوسرے مسلمان پر حرام ہے۔ اسکا مال، اسکی آبرو، اسکا خون۔ آدمی کے بد ہونے کو یہ بہت ہے کہ اپنے مسلمان بھائی کی تحقیر کرے۔

فتاویٰ رضویہ ۸۱۲/۳

(۱۳) مسلمان کو گالی دینا جائز نہیں

۱۵۴۔ عن عبد الله بن عمر و رضی الله تعالیٰ عنه قال: قال رسول الله رسول الله صلی الله تعالی علیه وسلم: سِبَابُ الْمُسْلِمِ كَالْمُشْرِفِ عَلَى الْهَلَكَةِ.

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: مسلمان کو گالی دینے والا اسکے مانند ہے جو عنقریب ہلاکت میں پڑا چاہتا ہے۔

فتاویٰ رضویہ ۱۴۰/۹

(۱۴) مسلمان کا مال لینا بغیر رضا جائز نہیں

۱۵۵۔ عن أنس بن مالک رضی الله تعالیٰ قال: قال رسول الله رسول الله صلی الله تعالی علیه وسلم: لاَ يَحِلُّ مَالَ امْرِءٍ مُسْلِمٍ اِلاَّ بِطِيْبِ نَفْسِهِ.

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کسی مسلمان کا مال حلال نہیں مگر اسکی جی کی خوشی سے۔ فتاویٰ رضویہ ۲۸/۷

(۱۵) کسی سے جبراً کچھ لینا جائز نہیں

۱۵۶۔ عن سمرة بن جندب رضی الله تعالیٰ عنه قال: قال رسول الله صلی الله تعالی علیه وسلم: عَلَى الْيَدِ مَا أخَذَتْ حَتّٰى تُؤَدِّيَهُ.

حضرت سمرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو چیز کسی سے لی اس کو واپس کرنا واجب ہے۔ ۱۲ م فتاویٰ رضویہ حصہ دوم ۳۱۰/۹

(۱۶) دھوکہ دینا مذموم ہے

۱۵۷۔ عن أبی هريرة رضی الله تعالیٰ عنه قال: قال رسول الله صلی الله تعالی علیه وسلم: لَيْسَ لَنَا مَنْ غَشَّنَا.

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو مسلمانوں کی خیر خواہی کے خلاف معاملہ کرے وہ ہمارے گروہ سے نہیں۔ فتاویٰ رضویہ ۹۶/۷

۱۵۸۔ عن أمير المؤمنين علی كرم الله تعالیٰ وجهه الكريم قال: قال رسول الله صلی الله تعالی علیه وسلم: لَيْسَ مِنَّا مَنْ غَشَّ مُسْلِمًا اَوْ ضَرَّهُ اَوْ مَاكَرَهُ.

امیر المؤمنین حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ہم میں سے نہیں جو کسی مسلمان کی بدخواہی کرے، یا اسے ضرر پہنچائے، یا اسے فریب دے۔ فتاویٰ رضویہ ۹۶/۷

﴿۲﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

احادیث اس باب میں حد تواتر پر ہیں اور رخود ان امور کی حرمت ضروریات دین سے ہے۔ فتاوٰی رضویہ ۹۶/۷

(۱۷) رشوت لینا دینا ناجائز ہے

۱۵۹. عن عبد الله بن عمر رضی الله تعالی عنهما قال: قال رسول الله صلی الله تعالی علیه وسلم : أَلرَّاشِیُ والْمُرْتشِیُ فی النّارِ.

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: رشوت دینے اور لینے والے مستحق جہنم ہیں۔ فتاوٰی رضویہ ۳۰۲/۷

(۱۸) مجرم کو پناہ دینا جائز نہیں

۱۶۰. عن أمیر المؤمنین علی کرم الله تعالیٰ وجهه الکریم قال: قال رسول الله صلی الله تعالی علیه وسلم : لَعَنَ اللّٰهُ مَنْ اٰوٰی مُحْدِثًا.

امیر المؤمنین حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ کی لعنت اس شخص پر ہے جو کسی شرعی مجرم کو پناہ دے۔ فتاوٰی رضویہ ۱۶۹/۹

حواله جات

۱۵۳. الجامع للترمذی، ۲/ ۱۵
☆ الصحیح لمسلم، ۲/ ۳۱۷
☆ السنن لابی داؤد، الادب، ۲/ ۶۶۹
☆ السنن لابن ماجة، الفتن، ۲/ ۲۸۹
☆ الدر المنثور للسیوطی، ۲/ ۱۳
☆ مجمع الزوائد للهیثمی، ۱/ ۴۵
☆ المسند لاحمد بن حنبل، ۳/ ۴۹۱
☆ الجامع الصغیر للسیوطی، ۲/ ۳۹۱
۱۵۴. مجمع الزوائد للهیثمی، ۸/ ۷۳
☆ الترغیب والترهیب للمنذری، ۳/ ۴۶۷
۱۵۵. التمهید لا بن عبد البر، ۱۰/ ۲۳۱
☆ ارواء الغیلیل للالبانی، ۵/ ۲۷۹
۱۵۶. الجامع للترمذی، البیوع، ۱/ ۱۵۲
☆ السنن لابی داؤد، البیوع، ۲/ ۵۰۱
☆ المسند لاحمد بن حنبل، ۵/ ۱۳
☆ السنن لابن ماجة، الصدقات، ۲/ ۱۷۳
☆ فتح الباری للعسقلانی، ۵/ ۲۴۱
☆ السنن الکبری للبیهقی، ۶/ ۹۰
☆ شرح السنة للبغوی، ۸/ ۲۲۶
☆ تلخیص الجیر لا بن حجر، ۳/ ۵۳
☆ المعجم الکبیر للطبرانی، ۷/ ۲۵۲
☆ نصب الرایة، ۳/ ۳۷۶
۱۵۷. الجامع للترمذی، البیوع، ۱/ ۱۵۷
☆ الصحیح لمسلم، الایمان، ۱/ ۷۰
☆ السنن لابی داؤد، البیوع، ۲/ ۴۸۹
☆ السنن لابن ماجة، التجارات، ۱/ ۱۶۱
☆ المسند لاحمد بن حنبل، ۲/ ۵۰
☆ المستدرک للحاکم، ۲/ ۹
۱۵۸. الجامع الصغیر للسیوطی، ۲/ ۴۷۰
۱۵۹. مجمع الزوائد للهیثمی، ۴/ ۱۹۹
☆ المعجم الصغیر للطبرانی، ۱/ ۲۸
☆ اتحاف السادة للزبیدی، ۶/ ۱۶۵
☆ تلخیص الحبیر لا بن حجر، ۳/ ۸
۱۶۰. الصحیح لمسلم، الحج، ۳/ ۱۶۰
☆ المسند لاحمد بن حنبل، ۱/ ۸۱

﴿جاری ہے.........﴾

معارف القلوب

کتاب: احسن الوعاء لآداب الدعاء

تذییل

گزشتہ سے پیوستہ
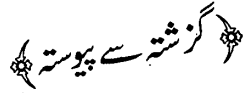
مصنف: رئیس المتکلمین علامہ نقی علی خان علیہ رحمۃ الرحمن
شارح: مجددِ اعظم امام احمد رضا خاں علیہ رحمۃ الرحمن محشی: مولانا مفتی محمد اسلم رضا قادری

دُرِ مختار میں ہے: التذکیر علی المنابر للوعظ والا تعاظ سنۃ الانبیاء والمرسلین ولرئاسۃ ومال و قبول عامۃ من ضلالہ الیہود والنصاری . (۴۵۲)

خلاصہ وتا تارخانیہ وہندیہ میں ہیں: الواعظ اذا سئل الناس شیئا فی مجلس لنفسہ لا یحل لہ ذلک لانہ اکتساب الدنیا بالعلم O (۴۵۳)

امام فقیہ ابواللیث نے اگر حالِ زمانہ دیکھ کر کہ سلطنتوں نے علماء کی کفالت چھوڑ دی۔ بیت المال میں ان کا حق، کہ ہمیشہ ان کے اور ان کے متعلقین کے تمام مصارف کی کفایت کی جائے، انہیں نہیں پہنچتا، وہ کسبِ معاش میں مصروف ہوں تو عوام کو ہدایت کا دروازہ مسدود ہوتا ہے (۴۵۴) اذان وامامت وتعلیم باجرت پر فتوائے متاخرین کی طرح قول جمہور اور خود اپنے قولِ سابق سے رجوع فرما کر عالم کو اجازت دی کہ وعظ و پند کے لیے مفصلات میں جائے اور نذور لے۔ تو وہ مجبوری کی اجازت بحالتِ حاجت، خاص عالمِ دین کے لیے ہے۔ جو اہلِ وعظ و تذکیر ہے، نہ جاہلوں یا ناقصوں کے واسطے کہ انہیں وعظ کہنا ہی کب جائز ہے۔ جو اس کی ضرورت کے لیے اس محظور (۴۵۵) کی اجازت ہو۔ پھر اس کے لیے بھی صرف بحال حاجت، بقدرِ حاجت اجازت ہوگی۔ لان ماکان بضرورۃ تقدر بقدرھا (۴۵۶) نہ کہ بلا حاجت یا خزانہ بھرنے کے لیے۔ پھر آگے مدارنیت پر ہے۔ اللہ عزوجل کہ علیم بذات الصدور (۴۵۷) ہے، اس کی حالت جانتا ہے، کہ اصل مقصود ہدایت ہے، نہ جمع مال۔ جب تو اس مجبوری کے فتوے سے نفع پاسکتا ہے۔ ورنہ دانائے سرو اِخفاء (۴۵۸) کے حضور جھوٹا حیلہ نہ چلے گا اور دنیا ٹھَر اور دین فروش ہی نام پائے گا۔ والعیاذ باللہ تعالیٰ۔

انیسویں شرط: کسی جھوٹے حیلے سے دھوکا نہ دے۔ مثلاً مسجد بنوانی ہے، مدرسے کو درکار ہے وغیرہ وغیرہ، کہ اگر سرے سے بے اصل تھا تو جھوٹ ہوا اور اگر مسجد و مدرسہ واقعی تھے، ان کے نام سے لے کر خود کھایا تو خیانت ہوئی اور ہر حال میں فریب بھی ہوا اور جو ملا مالِ حرام ہوا اور ایک سخت ناپاک تر دھوکا وہ ہے کہ بعض احمق جاہل خدا نا ترس مالِ حرام حاصل کرنے کو ''غلہ تا ارزاں شود امسال سید میشوم'' پر عمل کرتے ہیں۔ ایسے گناہ کبیرہ سے دوز بھاگے۔

صحیح حدیث شریف میں حضور سید عالم ﷺ فرماتے ہیں: ''جو نسب میں اپنے باپ کے سوا دوسرے کی طرف اپنے کو نسبت کرے، اس پر اللہ تعالیٰ اور فرشتوں اور آدمیوں، سب کی لعنت ہے۔ اللہ تعالیٰ نہ اس کا فرض قبول کرے نہ نفل، اور بعض سفہائے بے عقل جن کا باپ شیخ یا اور قوم سے ہے، صرف ماں کے سیدانی ہونے پر سید بن بیٹھتے ہیں اور اس بنا پر اپنے آپ کو سید کہتے کہلاتے ہیں۔ یہ بھی محض جہالت و معصیت اور وہی دوسرے باپ کو اپنا باپ بنانا ہے۔ شرع مطہر میں نسب باپ سے لیا جاتا ہے، نہ ماں سے۔ قال اللہ تعالیٰ: وَعَلَی الْمَوْلُوْدِ لَہٗ . (۴۵۹)

امام خیر الدین رملی نے فتاویٰ خیریہ پھر علامہ شامی نے ردالمحتار

اور دیگر علماء نے اپنے اسفار میں تصریح فرمائی کہ جس کی ماں سیدانی ہو، اگر چہ اس وجہ سے ایک فضیلت رکھتا ہے مگر زنہار سید نہ ہو جائے گا (۴۶۰)۔ علامہ سیدی عبدالغنی نابلسی قدس سرہ القدسی نے حدیقۂ ندیہ میں ارشاد فرمایا کہ ایسا شخص اگر اپنے آپ کو سید کہے، تو اسی وعید میں داخل ہے کہ اس پر خدا و ملائکہ و ناس کی لعنت اور اس کی عبادتیں مردود اور اکارت۔ والعیاذ باللہ رب العالمین۔

بیسویں شرط: اگر واقعی سید یا شیخ، علوی یا عباسی غرض ہاشمی ہے تو مالِ زکوٰۃ لینے کے لیے اپنا ہاشمی ہونا نہ چھپائے کہ دینے والے نے انجانے میں دے دیا تو اسے تو لینا حلال نہ ہوگا اور اگر چھپانے کے لیے اپنی دوسری قوم ظاہر کی تو اسی وعید شدید کا مورد ہے۔ (۴۶۱) والعیاذ باللہ تعالیٰ ﴿

سوال: سابق مذکور ہوا کہ ترکِ سوال بہر حال اولیٰ ہے (۴۶۲) حالانکہ بعض اکابرِ دین و مشائخِ طریقت نے سوال کیا ہے۔ حضرت شیخ شرف الدین یحییٰ منیری اپنے مکتوبات میں لکھتے ہیں، شیخ ابو سعید خراز فاقے کے وقت لوگوں سے سوال کرتے اور خواجہ ابو حفص حداد مغرب و عشاء کے بیچ میں بقدرِ ضرورت ایک دو دروازے سے مانگ لیتے۔

خواجہ سفیان ثوری بھی سفر میں سوال کرتے اور خواجہ ابراہیم ادہم جبکہ جامع بصرہ میں معتکف تھے، تین دن بعد افطار فرماتے، اس روز سوال کرتے۔

قولِ رضا: ان حضراتِ عالیہ قدست اسرارہم کے یہ احوال علامہ مناوی نے بھی تیسیر شرح جامع صغیر میں زیرِ حدیث من سئل من غیر فقر فانما یسئل الجمر (۴۶۳) ذکر کئے اور حضرت ابو سعید خراز رضی اللہ عنہ کی نسبت کہا، ہنگامِ فاقہ ہاتھ پھیلا کر ثم شیئا للہ فرماتے ﴿

جواب: مشائخ عظام و اولیائے کرام بھی مفضول کو اختیار فرماتے ہیں۔ ان کے تمام اعمال و افعال و انواعِ احوال میں اغراضِ عالیہ ہیں۔ بزرگوں نے وقتِ اباحتِ شرعیہ سوال میں تین فائدے تجویز کئے ہیں۔

بنظر ان فوائد کے کبھی سوال کیا اور اپنے مریدوں کو اس کا اذن دیا ہے۔

حوالہ جات و حواشی

(۴۵۲) ممبروں پر وعظ کرنا تاکہ توبہ کرانے والی اور اصلاحِ اخلاق پر برانگیختہ کرنے والی باتیں کی جائیں اور لوگ نصیحت قبول کریں، یہ انبیاء و مرسلین علیہم الصلوٰۃ والتسلیم کی سنت ہے اور لوگوں پر اپنی بڑائی جتلانے اور حصولِ مال و شہرت کا ذریعہ بنانے کے لیے ایسا کرنا یہود و نصاریٰ کی گمراہی ہے۔

(۴۵۳) وعظ و نصیحت کرنے والا جب لوگوں سے مجلس میں اپنے لیے کچھ مانگے یہ اس کے لیے حلال نہیں اس لیے کہ یہ علم بیچ کر دنیا خریدنا ہے۔

(۴۵۴) یعنی علماء اگر معاشی مصروفیات میں پڑ جائیں تو پھر عوام کی ہدایت اور وعظ و نصیحت کا دروازہ بند ہو جائے گا۔

(۴۵۵) محظور اسے کہتے ہیں جسے شریعت مطہرہ نے ممنوع قرار دیا ہو۔

(۴۵۶) اس لیے کہ جو شئے کسی ضرورت کے تحت ثابت ہو وہ بقدرِ ضرورت ہی جائز رہتی ہے۔

(۴۵۷) وہ تو دلوں کی جانتا ہے۔ سورۃ الملک، آیت ۱۳، ترجمہ (کنزالایمان)

(۴۵۸) یعنی رب تبارک و تعالیٰ، کہ وہی ہر پوشیدہ و ظاہر کا جاننے والا ہے۔

(۴۵۹) اور جس کا بچہ ہے۔ سورۃ البقرہ، آیت ۲۳۳، ترجمہ (کنزالایمان)

یعنی والد۔ اس اندازِ بیان سے معلوم ہوا کہ نسب باپ کی طرف سے چلتا ہے۔ (خزائن العرفان، حاشیہ کنزالایمان)

(۴۶۰) یعنی ہرگز سید نہ ہو جائے گا۔

(۴۶۱) یعنی وہی حدیثِ سابق کہ فرمایا ﷺ: ''جو نسب میں اپنے باپ کے سوا دوسرے کی طرف اپنے کو نسبت کرے، اس پر اللہ تعالیٰ اور فرشتوں اور آدمیوں سب کی لعنت ہے۔ اللہ تعالیٰ نہ اس کا فرض قبول کرے نہ نفل۔''

(۴۶۲) یعنی بہتر ہے کہ سوال نہ کرے۔

(۴۶۳) جس نے بغیر فقر مانگا تو اس نے انگارہ مانگا۔

﴿ جاری ہے...... ﴾

فتاویٰ رضویہ میں افکار مجدد الف ثانی

از: پروفیسر ڈاکٹر مجید اللہ قادری

دین اسلام کی بنیاد اللہ تعالیٰ کے حضور گردن جھکانا اور سجدہ ریزی ہے اور اللہ تعالیٰ نے اسی دین کو مسلمانوں کے لئے پسند فرمایا ہے جس کی اشاعت کیلئے اس نے مسلسل انبیاء کرام مبعوث فرمائے۔ انبیاء کرام نے اللہ کے پسندیدہ دین کی نہ صرف اشاعت کی بلکہ دنیا سے پردہ فرماتے وقت انہوں نے اپنی اپنی امتوں سے بالعموم اور اپنی اولاد سے بالخصوص ایک بات کا عہد لیا کہ وہ اسی دین اسلام پر قائم رہیں گے۔ اللہ تعالیٰ نے انبیاء کرام کے ان عہدوں کو قرآن میں دستاویز کے طور پر محفوظ رکھا ہے۔ چنانچہ قرآن مجید میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

اِذْ قَالَ لَهٗ رَبُّهٗۤ اَسْلِمْ قَالَ اَسْلَمْتُ لِرَبِّ الْعٰلَمِیْنَ. وَوَصّٰى بِهَاۤ اِبْرٰهٖمُ بَنِیْهِ وَیَعْقُوْبُ ؕ یٰبَنِیَّ اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰى لَكُمُ الدِّیْنَ فَلَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَاَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ. (البقرہ: ۱۳۱ و ۱۳۲)

ترجمہ: جب کہ اس سے اس کے رب نے فرمایا گردن رکھ عرض کی میں نے گردن رکھی اس کے لئے جو رب ہے سارے جہاں کا۔ اور اسی دین کی وصیت کی ابراہیم نے اپنے بیٹوں کو اور یعقوب نے، کہ اے میرے بیٹو! بے شک اللہ نے یہ دین تمہارے لئے چن لیا تو نہ مرنا مگر مسلمان۔ (کنز الایمان)

دین اسلام کو اللہ تعالیٰ نے عین فطرت کے مطابق قائم فرمایا تا کہ انسان ہر زمانے میں قرآن کے بنیادی اصولوں کی روشنی میں اپنے زمانے کے مسائل کا حل تلاش کر سکے چاہے وہ سائنسی ہوں یا سیاسی، حکومتی ہوں یا عوامی، دینی ہوں یا دنیاوی، انفرادی ہوں یا اجتماعی ان تمام مسائل کا حل ایک انسان کو اللہ کی اس آخری کتاب میں ضرور ملے گا، اگر وہ اس کا بغور مطالعہ کرے اور مقصد اس کا نیک ہو۔ چنانچہ نبی کریم ﷺ نے اپنے وصال سے چند ماہ قبل اللہ تعالیٰ کے ارشاد گرامی کو آخری نصیحت کے طور پر لوگوں کو پڑھ کر سنا دیا:

اَلْیَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِیْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَیْكُمْ نِعْمَتِیْ وَرَضِیْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًا ؕ (المائدہ: ۳)

ترجمہ: آج میں نے تمہارے لئے تمہارا دین کامل کر دیا اور تم پر اپنی نعمت پوری کر دی اور تمہارے لئے اسلام کو دین پسند کیا۔ (کنز الایمان)

اللہ تعالیٰ نے جب ہم کو اپنا یہ پسندیدہ دین عطا کیا تو اس نے دین کی حفاظت کا بھی بندوبست کیا۔ دین اسلام کے سہری اصول انمٹ اور تغیرات سے پاک قرآن مجید میں قرآنی آیات اور کلمات کی صورت میں محفوظ ہیں۔ اللہ عزوجل نے نہ صرف ان حروف وکلمات کے تحفظ کا ذمہ لیا بلکہ ان حروف وکلمات کے تحت پنہاں ان تمام اصولوں کے تحفظ کا بھی ذمہ لیا۔ چنانچہ ارشاد خداوندی ہے:

اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ. (الحجر: ۹)

ترجمہ: بے شک ہم نے اتارا ہے یہ قرآن اور بے شک ہم خود اس کے نگہبان ہیں۔ (کنز الایمان)

آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے قرآن حکیم کو ''الذکر'' کے ساتھ تشبیہ دی ہے اور پھر اس کی حفاظت کا ذمہ بھی لیا ہے۔ اسی ذکر کے حوالے سے قرآن حکیم کے جملہ اصول بھی محفوظ ہیں۔ جس طریقہ سے قیامت تک قرآن کے حروف اور کلمات کی حفاظت ''حفاظ قرآن'' بظاہر کرتے رہیں گے اسی طرح ان حروف وکلمات کے پیچھے جو علوم اور اصول پوشیدہ ہیں ان کے بھی محافظ قیامت تک ''اہل ذکر'' کی صورت میں موجود رہیں گے۔ اور ہر زمانے میں ''اہل ذکر'' قرآن کے اصولوں کی حفاظت کرتے ہوئے حالات اور زمانے کی ضرورتوں کے پیش نظر

مناسب رہنمائی کرتے رہیں گے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے انبیاء کرام کے بعد ہر زمانے میں ایسے افراد دنیا کو ''اہل ذکر'' کی صورت میں دیئے جنہوں نے بظاہر قرآن کے اصولوں کی حفاظت فرمائی اور ملت کی رہنمائی بھی فرمائی اور ان کی طرف رجوع کرنے کا حکم بھی دیا ملاحظہ کیجئے آیت کریمہ:

فَسْئَلُوْا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ. (النحل: ۴۳ نیز الانبیاء:۷)

ترجمہ: اے لوگو! علم والوں (اہل ذکر) سے پوچھو اگر تمہیں علم نہیں۔ (کنزالایمان)

یہ علم والے کون ہیں یا اہل ذکر کون ہیں؟ کس طرح ان کو دوسرے لوگوں کے مقابلے میں پہچانا جائے؟ کیونکہ فی زمانہ تو ہر کوئی قرآن سے ہی استدلال کرتا ہے۔ ہر کوئی اپنے آپ کو قرآن مجید سے منسلک بتاتا ہے۔ تو پھر فی زمانہ اتنے فرقے کیوں ہیں؟ یہ مختلف الخیال باتیں کیوں ہیں؟ آیئے قرآن ہی سے ان اہل ذکر کی تعریف سنیں کہ ان کی کیا پہچان ہے اور کس طرح ہم ان محترم ہستیوں کو ان منافقین یا ان کے زیر اثر افراد سے الگ کرسکیں گے جن کا بنیادی مقصد اسلام کے زریں اصولوں پر اخلاص اور نیک نیتی کے ساتھ عمل پیرا ہونا یا اس کی خدمت واشاعت نہیں ہوتا بلکہ اپنے آپ کو اسلام کا سچا خیر خواہ ظاہر کر کے لوگوں میں ذہنی، فکری، عملی اور اعتقادی انتشار پیدا کرنا ہی ان کا مطمح نظر ہوتا ہے۔ دیکھیئے قرآن مجید کی سورۂ آل عمران کی مندرجہ ذیل آیت کریمہ ان لوگوں (اہل ذکر) سے متعلق کیا نشاندہی کررہی ہے:

اَلَّذِيْنَ يَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ قِيٰمًا وَّ قُعُوْدًا وَّعَلٰى جُنُوْبِهِمْ وَيَتَفَكَّرُوْنَ فِيْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ج رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ هٰذَا بَاطِلًا ج سُبْحٰنَكَ فَقِنَا عَذَابَ النَّارِ. (آل عمران: ۱۹۱)

ترجمہ: جو اللہ کی یاد کرتے ہیں کھڑے اور بیٹھے اور کروٹ پر لیٹے اور آسمانوں اور زمین کی پیدائش میں غور کرتے ہیں اے رب ہمارے تو نے یہ بے کار نہ بنایا پاکی ہے تجھے تو ہمیں دوزخ کے عذاب سے بچالے۔ (کنزالایمان)

اللہ تعالیٰ نے ہر دور میں اہل ذکر کے ذریعہ ان باطل قوتوں کا قلعہ قمع کرنے کا بندوبست فرمایا ہے کہ جو باطل قوتیں دین اسلام کے اصولوں کو بدلنے کی کوشش کرتی ہیں ان کے سامنے اللہ تعالیٰ اسی زمانے کے لاکھوں کروڑوں انسانوں میں سے چند ایک یا دو چار کا انتخاب فرماتا ہے اور ان کے ذریعے ان باطل قوتوں کے عزائم کو خاک میں ملا دیتا ہے۔ اہل ذکر اپنی قلمی تحریروں سے ان باطل قوتوں کے خلاف جہاد فرماتے ہیں اور ان کی اسلام دشمن سازشوں کا قلعہ قمع فرمادیتے ہیں۔ یہ صورت حال اسلام کے ساتھ تقریباً ہر زمانے اور ہر خطے میں پیش آتی رہی ہے اور اہل ذکر ان مشکل حالات کا مقابلہ کر کے قرآن حکیم کے اصولوں کی سچائی ثابت کرتے رہتے ہیں۔ یہ مشکل صورتِ حال برصغیر پاک وہند میں بھی کئی مرتبہ پیش آئی۔ مثلاً جب گیارہویں صدی ہجری میں مغل بادشاہ اکبر نے ''دین اکبری'' کا فتنہ کھڑا کیا جس میں اس نے قرآن کی بنیادی تعلیمات کو مسخ کرنے کی کوشش کی اور کلمہ طیبہ ''لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ'' سے لوگوں کو پھیرنے کی ناکام کوشش کی اور ملتِ اسلامیہ سے اپنی تعظیم کے لئے سجدے کروانے شروع کردیئے تو اللہ تعالیٰ نے اس زمانے کے لاکھوں مسلمانوں کے درمیان سے چند اہل ذکر بندوں کا انتخاب کیا کہ وہ ان باطل قوتوں کے خلاف جہاد کریں۔ چنانچہ حضرت شاہ عبد الحق محدث دہلوی (التوفی ۱۰۵۲ھ)، مولانا عبد الحکیم سیالکوٹی (التوفی ۱۰۶۸ھ)، شیخ نظام الدین تھانیسری (التوفی ۱۰۲۴ھ) مولانا محمود جونپوری (التوفی ۱۰۶۲ھ) کے نام خاص طور پر قابلِ ذکر ہیں۔ مگر سب سے زیادہ نمایاں قلمی اور عملی جہاد حضرت شیخ احمد فاروقی سرہندی المعروف بہ حضرت مجدد الف ثانی (التوفی ۱۰۳۵ھ) کا ہے۔ تاریخ شاہد ہے کہ بالخصوص اس فردِ واحد نے قید وبند اور دیگر پریشانیوں کے باوجود دین اسلام اور اصول قرآن کیخلاف اٹھنے والی اس تحریک اکبری کو خاک میں ملا کر ہی دم لیا۔ لوگوں نے جلد ہی دیکھا کہ جو بادشاہ اپنی تعظیم کے لئے

لوگوں کو سجدہ کرنے کا حکم دیتا تھا تعلیم مجددی کے بعد کیسے اپنے مذموم عزائم میں نامراد ہوا اور کس طرح لوگوں نے حضرت مجدد الف ثانی کی تعظیم وتکریم کرتے ہوئے ان کے ہاتھ پر توبہ کی اور بہت سے وزراء، سفراء اور دیگر لوگ آپ کے سلسلے سے وابستہ ہوتے چلے گئے۔ حضرت مجدد الف ثانی نے کلمۂ توحید اور قرآن کے اصولوں کے خلاف اٹھنے والی اس سازش کو زمین بوس کردیا جس کے نتیجہ میں اللہ تعالیٰ نے حضرت کے نام نامی کو فلک بوس فرمادیا۔

برصغیر پاک وہند میں ایک اور بڑا فتنہ تیرہویں اور چودھویں صدی ہجری میں اٹھا۔ اس دفعہ قرآن حکیم کے وہ اصول جو نبی اکرم ﷺ کی تعظیم وتوقیر اور ختم نبوت سے متعلق ہیں ان اصولوں کو بگاڑنے اور بدلنے کی کوششیں کی گئیں۔ یہ سازشیں بھی کسی غیر مسلم کی طرف سے نہ اٹھی تھیں بلکہ اسلام کا لبادہ اوڑھے ہوئے لوگوں نے ہی ہندوؤں اور نصاریٰ کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے قرآن حکیم کے بنیادی اصولوں اور تعلیمات میں تبدیلی کی کوششیں شروع کردیں۔ اس دفعہ ان منتخب بندوں میں شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی (م ۱۲۳۹ھ)، حضرت مولانا فضل حق خیر آبادی (م ۱۲۷۸ھ)، حضرت علامہ مفتی صدرالدین خاں دہلوی (م ۱۲۸۵ھ) اور مولانا مفتی نقی علی خاں قادری بریلوی (م ۱۲۹۷ھ) کے نام قابلِ ذکر ہیں۔ مگر اللہ تعالیٰ نے اس دفعہ امام احمد رضا خاں قادری برکاتی محدث بریلوی (المتوفی ۱۳۴۰ھ) کا خاص انتخاب فرمایا۔ آپ رحمہ اللہ نے تن تنہا اپنے قلمی جہاد سے ان تمام سازشوں کا قلعہ قمع کردیا۔ امام احمد رضا کے دور میں ہندوؤں اور یہود ونصاریٰ کے علاوہ اہل سعود کے پیروکاروں کا ایک بڑا سازشی ٹولہ اسلام کے خلاف سرگرم تھا۔ اس کے سرخیل اسمٰعیل دہلوی ابن عبدالغنی محدثِ دہلوی ابن شاہ ولی اللہ محدث دہلوی تھے اور ان کے ہمنواؤں میں مولوی رشید احمد گنگوہی، مولوی قاسم نانوتوی، مولوی اشرف علی تھانوی وغیرہم تھے ان لوگوں نے امکان کذب باری تعالیٰ کا مسئلہ چھیڑا اور حضور ﷺ کی ختم نبوت کے معنی بدل ڈالے۔ حضور اکرم ﷺ کی شان کو گھٹانے اور عظمتِ رسول کو پامال کرنے کی سازشیں شروع کردیں۔ امام احمد رضا نے بھی اپنے اسلاف کی طرح ان تمام خیالاتِ باطلہ کا قرآن کے اصولوں اور احادیثِ نبویہ کی روشنی میں مکمل رد فرمایا اور قرآن کے اصولوں کو ایک مرتبہ پھر تحفظ دینے کا اہتمام کرکے اللہ تعالیٰ کے آگے سرخرو ہونے کا اعزاز حاصل کیا۔ (وَتُعِزُّ مَنْ تَشَآءُ)

احقر اپنے اس مقالے میں ان دونوں اہلِ ذکر کی فکری ہم آہنگی پر روشنی ڈالنا چاہتا ہے کہ اگرچہ دونوں کے درمیان صدیوں کا فاصلہ ہے مگر امام احمد رضا جب کوئی تحریر لکھتے ہیں تو اپنے موقف کی تائید میں جہاں اور فقہاء اور سلف صالحین کے اقوال سے استفادہ کرتے ہیں وہیں حضرت مجدد الف ثانی کے افکارِ عالیہ سے بھی بھرپور افادہ لیتے ہیں۔ امام احمد رضا نے جہاں اور بے شمار کتب کا مطالعہ کر رکھا تھا وہیں جملہ مکتوباتِ حضرت مجدد الف ثانی کا بھی مطالعہ کیا ہوا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ آپ کے فتاویٰ میں صرف ایک یا دو نہیں متعدد مقامات پر مکتوباتِ امام ربانی کے حوالے پائے جاتے ہیں جو اس بات کا بین ثبوت ہے کہ آپ حضرت مجدد کی بنیادی تعلیمات سے مکمل واقف وآگاہ تھے۔ اور آپ کے نزدیک مکتوباتِ حضرت مجدد ایک مستند ماخذ کی حیثیت اور درجہ رکھتے ہیں۔ اسی لئے اپنے دلائل کو مضبوط اور مؤثر بنانے کے لئے آپ رحمہ اللہ مناسب موقع پر مکتوبات کے حوالہ جات کا اضافہ کرتے ہیں۔ چنانچہ فتاویٰ رضویہ میں ایسے متعدد مقامات ملاحظہ کئے جاسکتے ہیں جن کو امام احمد رضا نے مکتوباتِ امام ربانی کے حوالہ جات سے مزین وآراستہ کیا ہے۔ سطورِ ذیل میں ہم اولاً مکتوباتِ امام ربانی کی اہلسنت میں حیثیت اور ان میں بیان کردہ احادیث کی فنی حیثیت کے تعین سے متعلق خود امام احمد رضا کے قلم کی ایک مستند تحریر سے استفادہ کرتے ہیں۔ ایک موقع پر آپ سے سوال کیا گیا کہ مکتوباتِ امام ربانی کی اہلسنت وجماعت کے علماء کے درمیان کیا حیثیت ہے؟ اس سلسلے کا استفتاء اور اس کا جواب ملاحظہ کیجئے:

استفتاء: از ایلٹا کاٹھیاواڑ، مرسلہ سید قاسم علی قادری، مؤرخہ ۴ ذوالحجہ ۱۳۳۵ھ

مخدومی ومطاعی بندۂ قبلہ مولانا مولوی احمد رضا خاں صاحب مدظلہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

میں قادریہ خاندان میں مرید ہوا تھا مگر چونکہ اب حضرات نقشبندیہ کے بزرگ سرہندشریف سے یہاں آتے ہیں جس کی وجہ سے یہاں کے لوگ خاندانِ نقشبندیہ میں اب بیعت ہوجاتے ہیں اور سلسلۂ عالیہ قادریہ روز بروز گھٹتا چلا جارہا ہے۔ مجھے لوگوں نے مجبور کیا ہے کہ میں بھی بیعت اس خاندان میں کروں۔ مجھے مکتوباتِ امام ربانی مجدد الف ثانی کی اردو تینوں جلدیں دی گئیں۔ ان کو پڑھ کر میں ان کا خلاصہ آپ سے طلب کرتا ہوں کہ اس خاندان میں بیعت ہونا چاہئے یا نہیں؟ اور مکتوبات اور دیگر خاندانِ نقشبندیہ پر اہلسنت والجماعت کا اتفاق ہے یا نہیں؟

(فتاویٰ رضویہ جدید، جلد ۲۶ ص ۵۷۶ مطبوعہ: لاہور)

امام احمد رضا نے ان دونوں سوالات کہ آیا قادری سلسلہ میں بیعت ہونے کے بعد کسی دوسرے سلسلہ طریقت میں بیعت کی جاسکتی ہے یانہیں اور اہل طریقت کے نزدیک اس عمل کو کس نگاہ سے دیکھا جاتا ہے، دوم یہ مکتوباتِ امام ربانی اور دیگر کتب جو حضرت مجدد الف ثانی کی ہیں یا اور دیگر حضراتِ نقشبندکی ہیں ان کے متعلق اہلسنت وجماعت کا کیا مؤقف ہے کہ عام آدمیوں کو ان کا مطالعہ کرنا چاہئے یانہیں؟ ان امور پر بڑے اختصار اور جامعیت کے ساتھ روشنی ڈالی ہے۔ ملاحظہ کیجئے:

الجواب: ہمارے نزدیک خاندانِ عالیشان قادری سب خاندانوں سے اعلیٰ و افضل ہے اور تبدیل شیخ بلا ضرورت شرعیہ جائز نہیں احادیث شریف میں ارشاد ہوا ہے کہ:

من رزق فی شئی فلیلزمہ

جسے کسی شئی میں رزق دیا جائے تو وہ اس کو لازم پکڑے۔ (شعب الایمان حدیث: ۱۲۴۱)

مکتوبات مثل اور کتب مشائخ کے ہے اور تفصیل عقائد اہلسنت و بیان مسائل نفیسہ فقہ وکلام کے سبب بہت کتب پر مزیت ہے البتہ سید امام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ وغیرہ آئمہ دین کا ارشاد ہے:

کل ماخوذ من قولہ ......الخ۔

ہر ایک اپنے قول سے پکڑا جاتا ہے۔ (الیواقیت والجواہر، جلد دوم، ص: ۴۷۸)

سوائے قرآن عظیم سب کتب کو شامل ہے نہ اس سے ہدایہ، درمختار مستثنیٰ نہ فتوحات ومکتوبات وملفوظات اس مسئلہ کی زیادہ تفصیل فتاویٰ فقیر میں ہے۔

(فتاویٰ رضویہ جدید، جلد: ۲۶، ص: ۵۷۶ و ۵۷۷، مطبوعہ: لاہور)

امام احمد رضا محدث بریلوی کے نزدیک مکتوبات ربانی اہلسنت وجماعت کے نزدیک مقبول ہے۔ جس طرح اور دیگر مشائخ کی کتب امام احمد رضا اپنے فتاویٰ میں استعمال کرتے ہیں اسی طرح مکتوبات بھی کہ یہ زیادہ مزیت ہے اور اس میں نکھار ہے۔ امام احمد رضا نے اور بھی کئی مقامات پر مکتوبات ربانی کا اپنے دلائل کو مزید نکھارنے کے لئے حوالہ دیا ہے۔ ''الیاقوتۃ الوسطۃ فی قلب عقد الرابطۃ'' ۱۳۰۹ھ میں بھی اس چیز کو ملاحظہ کیا جاسکتا ہے۔ امام احمد رضا نے یہ رسالہ تصور شیخ اور اثبات شغل برزخ کے موضوع پر قلمبند فرمایا تھا۔ اس رسالہ میں آپ رحمہ اللہ نے فقہاء وصوفیہ کرام کے اقوال کی روشنی میں ایک مسلمان کے لئے رابطۂ شیخ وتصور شیخ کو وصول فیض کا ذریعہ بتایا ہے۔ ساتھ ہی ساتھ ان افراد کے اقوال کا رد بھی کیا ہے جو ان معاملات کو یا تو بدعت یا حرام اور شرک تک بتاتے ہیں۔ یہاں پہلے اس رسالہ کے شروع میں لکھے گئے عربی خطبہ کا متن اور ترجمہ ملاحظہ کریں جو اس رسالہ کا خلاصہ بھی ہے:

''الحمد للہ الذی ھدنا لربط القلوب باعظم برزخ بین الامکان والوجوب والصلوۃ والسلام علی اجمل مطلوب اجل وسیلۃ لاصلاح الخطوب صلوۃ تمحو رین العیوب

وتمثل الفؤاد صورة المحبوب متشهدا بالتوحید لعلام الغیوب وبالرسالة الکبریٰ لشفیع الذنوب صلی الله تعالیٰ علیه وعلیٰ اٰله وصحبه وسائط الکرم''

ترجمہ: تمام تعریفیں اللہ کے لئے ہیں جس نے دلوں کے ربط کے لئے امکان اور وجوب کے درمیان برزخِ اعظم کی رہنمائی عطا فرمائی۔ صلوٰۃ وسلام خوبصورت مطلوب اور خطرات کی اصلاح کے لئے جلیلہ وسیلہ پر۔ ایسا درود جو عیوب کی میل کو مٹادے اور دلوں میں محبوب کی صورت کو قائم کردے۔ علام الغیوب کی توحید اور حضور شفیع المذنبین کی رسالت کبریٰ کی شہادت دیتے ہوئے۔ آپ ﷺ پر اور آپ ﷺ کی آل واصحاب پر جو کہ برگزیدہ واسطے ہیں۔

(فتاویٰ رضویہ جدید، جلد:۲۱ص:۵۷۰، مطبوعہ: لاہور)

جو لوگ حضرات صوفیاء کرام کے ان مشاغل پر اعتراض کرتے ہیں اور ان اعمال کو بدعت یا حرام قرار دیتے ہیں، امام احمد رضا ان پر یہ بات واضح کرنا چاہتے ہیں کہ وصول فیض کے لئے یہ طریقے ہمیشہ سے چلے آرہے ہیں اور مسلمانوں نے ان سے فائدہ ہی حاصل کیا ہے۔ آپ رقمطراز ہیں:

صرف واسطۂ وصول ونادٗوان فیض وباعث جمعیت خاطر وزوال تفرقہ ہائے شرعاً جائز جس کے منع پر شرع سے اصلاً دلیل نہیں۔ نہ کہ معاذ اللہ شرک وکفر کہنا جیسا کہ زبان زدسفہائے منکرین ہے۔ والناس اعداء لما جھلوا (لوگ جس سے ناواقف ہوں اس کے مخالف ہوتے ہیں۔

منعم کنی زعشق وے اے زاہد زماں
معذور دارمن کہ تو او را ندیدہ

(اے زمانے کے زاہد تو مجھے عشق سے منع کرتا ہے مجھے معذور رکھ کیونکہ تو نے اسے دیکھا نہیں) (فتاویٰ رضویہ جدید، جلد:۲۱ص:۵۷۱)

امام احمد رضا نے رابطہ شیخ وتصور سے متعلق اپنے موقف کو اکابر صوفیہ کرام اور فقہاء عظام کے دلائل سے آراستہ کیا ہے۔ آخر میں افکار مجددیت کا مکتوبات سے حوالہ دیتے ہوئے رقمطراز ہیں:

اب پھر شمار عبارات کی طرف چلئے۔ تمام خاندانِ دہلی (شاہ ولی اللہ کا خاندان) کے آقائے نعمت وخداوند دولت ومرجع ومنتہی ومفرغ وملجا سید ومولیٰ جناب شیخ مجدد صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اپنے مکتوبات کی جلد اول میں فرماتے ہیں:

''ہیچ طریقے اقرب بوصول از طریق رابطہ نیست تا کدام دولتمند را بآں سعادت مستعد سازند''

(مکتوبات، جلد اول، مکتوب:۱۸۷، بحوالہ: فتاویٰ رضویہ جدید، جلد:۲۱ص:۵۸۳)

ترجمہ: وصول کے طریقوں میں سے اقرب ترین رابطہ ہے کہ بہت سے ابدی دولت والے اس سے بہرہ ور ہوئے۔

اسی میں ہے:

ترجمہ: اے میرے مخدوم! سب سے بڑا اور اعلیٰ مقصد اللہ جل شانہ تک رسائی ہے۔ لیکن کوئی طالب ابتدائی مرحلہ میں دنیاوی مشاغل کی وجہ سے انتہائی کثافت اور کہتری میں ہوتا ہے۔ جب کہ اللہ تعالیٰ انتہائی پاک اور بلند ذات ہے۔ اسی وجہ سے طالب ومطلوب کے درمیان فیض کے حصول وعطا کے لئے کوئی مناسبت نہیں ہے۔ لہٰذا ضروری ہے راستہ جاننے اور دیکھنے والا مرشد واسطہ بنے۔ ابتدائی اور درمیانی مرحلے میں پیر کے آئینہ کے بغیر مطلوب کو نہیں دیکھ سکتا۔

(مکتوبات، جلد اول، مکتوب:۱۶۹، ص:۱۸۷، بحوالہ: فتاویٰ رضویہ جدید، جلد:۲۱ص:۵۸۳)

جلد دوم میں فرمایا:

ترجمہ: تمہارے رابطے کی نسبت صاحب رابطہ کے ساتھ ہموار ہوجائے اور فیوض کا واسطہ عکس ڈالے تو اس عظیم نعمت کا شکر بجالانا چاہیے۔ (ایضاً)

جلد سوم میں لکھا ہے:

ترجمہ: یاد رکھو کہ جس وجہ سے رابطہ میں فتور آتا ہے وہی لذت سے مانع ہوجاتی ہے۔ اس موقعہ پر استغفار کرنا ضروری ہے۔ تاکہ اللہ

تعالیٰ اپنے کرم سے اس مانع اثر کو اٹھادے۔ (ایضاً)

اور ذرا وہ بھی ملاحظہ ہو جائے جو انہوں نے مکتوبات کی جلد دوم مکتوب سیم میں فرمایا:

ترجمہ: خواجہ محمد اشرف سے نسبت رابطہ کو بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ سجدے میں رفعت ہوتی ہے۔ جب شیخ کو نمازوں میں مسجود سمجھے اور دیکھے، اگر بالفرض وہ اس کی نفی کرے بھی تو منتفی نہ ہو، یہ محبت کا ایک مرحلہ ہے۔ طالب حضرات ہزاروں اس دولت کی تمنا کرتے ہیں مگر حاصل کسی ایک کو ہوتا ہے۔ شیخ کی تھوڑی سی محبت کے سبب کمالاتِ شیخ اس طالب میں جذب ہوجاتے ہیں۔ رابطہ کی نفی لوگ کیوں کرتے ہیں حالانکہ شیخ ومقتدا مسجود الیہ ہوتا ہے نہ کہ مسجود لہ۔ یہ لوگ محراب ومسجد کی نفی کیوں نہیں کرتے (حالانکہ وہ بھی مسجود الیہ ہیں) یہ دولت خاص سعادت مندوں کو میسر ہوتی ہے۔ حتیٰ کہ وہ تمام احوال میں صاحب رابطہ کو واسطہ جانتے ہیں اور تمام اوقات میں اسی کی طرف متوجہ رہتے ہیں۔ ان لوگوں کی طرح نہیں جو بے دولت ہوتے ہیں اور اپنے کو مستغنی سمجھتے ہیں اور شیخ سے اپنی توجہ کا قبلہ موڑ لیتے ہیں اور اپنا معاملہ خود خراب کرلیتے ہیں۔

(مکتوباتِ امام ربانی، مکتوب: ۳۰، ص: ۴۲، بحوالہ: فتاوٰی رضویہ جدید، جلد: ۲۱، ص: ۵۸۴۔ ۵۸۵)

امام احمد رضا نے اس رسالے کے آخر میں مرزا مظہر جان جاناں کے حوالے سے حضرت مجدد الف ثانی کی عظمت کی نشاندہی بھی فرمائی ہے۔ چنانچہ ملاحظہ کیجئے مرزا مظہر جان جاناں کا حضرت مجدد پر اعتماد:

حضرت مجدد الف ثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نبی کریم ﷺ کے جسم اطہر کے فضائل میں بہت سارے رسائل تحریر کئے۔ آپ نے تین رسائل ایسے بھی تحریر کئے جن میں آپ نے احادیث نبویہ کی روشنی میں یہ ثابت کیا کہ نبی کریم ﷺ کے جسم اطہر کا کبھی سایہ نہ دیکھا گیا۔ کہ آپ خود نور تھے اور نور سایہ پیدا تو کرتا ہے اس کا خود سایہ نہیں ہوتا۔ یہ تین رسائل مندرجہ ذیل ہیں:

۱۔ نفی الفیٔ عمن استنار بنورہ و کل شیٔ ۱۲۹۶ء (اس ذات اقدس کے سائے کی نفی جس کے نور سے ہر مخلوق منور ہوئی)

۲۔ قمر التمام فی نفی الظل عن سید الانام ۱۲۹۶ء (سرور عالم ﷺ سے سایہ کی نفی میں کامل چاند)

۳۔ ھدی الحیران فی نفی الفیٔ عن سید الاکوان ۱۲۹۹ء (سرور کائنات ﷺ سے سایہ کی نفی کے بارے میں حیرت زدہ کے لئے راہنمائی)

امام احمد رضا محدث بریلوی اپنے رسالے ''نفی الفیٔ عمن استنار بنورہ کل شیٔ'' میں خطبہ رسالہ کے بعد رقمطراز ہیں:

''بے شک اس مہر سپہر اصطفا ماہِ منیر اجتبیٰ ﷺ کے لئے سایہ نہ تھا''۔ (فتاوٰی رضویہ جدید، جلد: ۳۰، ص: ۶۹۶)

اس حتمی فیصلہ کے بعد احادیث واقوال علمائے کرام کے حوالوں سے اس کو ثابت کیا کہ یہ عقیدہ متواتر چلا آرہا ہے کہ حضور ﷺ کے جسم اطہر کا سایہ نہ تھا۔

چنانچہ جن کے حوالے دیئے ان بزرگوں کے نام ملاحظہ کریں۔ آپ لکھتے ہیں:

احادیث واقوال علمائے کرام سے ثابت اور اکابر ائمہ وفضلاء مثل:

۱۔ علامہ ابن سبع صاحب شفا الصدور
۲۔ امام علامہ قاضی عیاض صاحب کتاب شفا فی حقوق المصطفیٰ
۳۔ امام عارف باللہ سیدی جلال الملۃ والدین محمد بلخی رومی قدس سرہٗ
۴۔ علامہ حسین بن محمد دیار بکری واصحاب سیرت شامی وسیرت حلبی
۵۔ امام جلال الملۃ والدین سیوطی
۶۔ امام شمس الدین ابوالفرج ابن جوزی محدث، صاحب کتاب الوفا
۷۔ علامہ شہاب الحق والدین خفاجی صاحب نسیم الریاض
۸۔ امام احمد بن محمد خطیب قسطلانی صاحب مواہب اللدنیہ ومنح محمدیہ
۹۔ فاضل اجل محمد زرقانی مالکی شارح مواہب
۱۰۔ شیخ محقق مولانا عبدالحق محدث دہلوی

۱۱۔ جناب شیخ مجدد الف ثانی فاروقی سرہندی
۱۲۔ بحر العلوم مولانا عبد الحق لکھنوی
۱۳۔ شیخ الحدیث مولانا شاہ عبد العزیز صاحب دہلوی وغیرہم

اجلّہ فاضلین ومقتدایان کہ آج کل کے مدعیان خام کارکوان کی شاگردی بلکہ کلام سمجھنے کی بھی لیاقت نہیں۔ خلفاً عن سلف دائماً اپنی تصانیف میں اس کی تصریح کرتے آئے اور مفتیٔ عقل وقاضیٔ نقل نے باہم اتفاق کرکے اس کی تاسیس وتشیید کی۔

فقد اخرج الحکیم الترمذی عن ذکوان ان رسول الله ﷺ لم یکن یری له ظل فی شمس ولا قمر۔
(فتاویٰ رضویہ جدید، جلد: ۳۰، ص ۶۹۶)

ترجمہ: حکیم ترمذی نے ذکوان سے روایت کی کہ سرکار عالم ﷺ کا سایہ نظر نہ آتا تھا دھوپ میں نہ چاندنی میں۔

امام احمد رضا اس کے بعد بیس دلائل اور دیتے ہیں تو اتر سے ثابت کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ کا سایہ نہ تھا۔ اس کے بعد حضرت مجدد الف ثانی فاروقی سرہندی کے مکتوبات سے حوالہ دیتے ہوئے رقمطراز ہیں:

جناب شیخ مجدد، جلد سوم مکتوبات میں فرماتے ہیں:

او را ﷺ سایہ نبود در عالم شہادت سایۂ ہر شخص از شخص لطیف تر است وچوں لطیف تر شے ازوے ﷺ در عالم نباشد او را سایہ چہ صورت دارد۔ (مکتوب صدم، جلد: ۳، ص: ۱۸۷)

ترجمہ: آں حضرت ﷺ کا سایہ نہ تھا، عالم شہادت میں ہر شخص کا سایہ اس سے بہت لطیف ہوتا ہے اور چونکہ جہاں بھر میں آں حضرت ﷺ سے کوئی چیز لطیف نہیں ہے لہٰذا آپ ﷺ کا سایہ کیونکر ہوسکتا ہے۔ (فتاویٰ رضویہ جدید، جلد: ۳۰، ص: ۷۰۵)

نیز اسی کے آخر، مکتوب ۱۲۲ میں فرماتے ہیں:

واجب را تعالیٰ چرا ظل بود کہ ظل موہم تولید بہ مثل است ومنبی از شائبۂ عدم کمال لطافت اصل ہرگاہ محمد ﷺ را از لطافت ظل نبود خدائے محمد را چگونہ ظل باشد (مکتوبات ربانی، جلد: ۳، ص: ۲۳۷)

ترجمہ: اللہ تعالیٰ کا سایہ کیونکر ہو سایہ تو وہم پیدا کرتا ہے کہ اس کی کوئی مثل ہے اور یہ بھی وہم پیدا ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ میں کمال لطافت نہیں ہے۔ دیکھئے محمد رسول اللہ ﷺ کی لطافت کی وجہ سے سایہ نہ تھا تو خدائے محمد ﷺ کا سایہ کیونکر ممکن ہے۔ (فتاویٰ رضویہ جدید: جلد: ۳۰، ص: ۷۰۵)

امام احمد رضا نے حضرت مجدد الف ثانی کے مکتوبات سے نقل دلائل کے بعد اسی موضوع پر مزید چار دلائل قرآن وحدیث اور ائمہ کے اقوال سے نقل کئے ہیں اور اس کے بعد رسالے کے اختتام پر رقمطراز ہیں:

ہم پر بلاغ مبین تھا اس سے بحمد اللہ فراغت پائی اور جواب بھی تیرے دل میں کوئی شک وشبہ یا ہمارے کسی دعوے پر دلیل یا کسی اجمال کی تفصیل درکار ہو تو فقیر کا رسالہ مسمّٰی بہ ''قمر التمام فی نفی الظل عن سیدنا الانام'' کا مطالعہ کر۔

قارئین کرام! امام احمد رضا خاں قادری محدث بریلوی اور امام ربانی مجدد الفِ ثانی کی تعلیمات میں ایک مکمل ہم آہنگی ہے۔ خاص کر عقائد میں کوئی اختلاف نہیں۔ اسی لئے ہمارے اسلاف ایک دوسرے کی قدر کرتے ہیں۔ البتہ اسلاف کا آپس میں معاملات میں اختلاف پایا گیا ہے کہ چاروں ائمہ مذاہب میں معاملات ہی کے سلسلے میں اختلاف ہے۔ اسی طرح اہلِ طریقت کے ائمہ میں بھی تصوف کے مسائل میں اختلاف رہا ہے اور اس اختلاف کو کبھی اچھالا نہیں جاتا۔ اس لئے دورِ حاضر میں بھی تمام اہل طریقت کے برادران اسلاف کے ان اختلافات کو آپس میں تنازعہ نہ بنائیں اور نہ ان پر کسی قسم کی تنقید کریں کہ ہم سب کے رنگ اگر چہ مختلف ہیں مگر منبع اور ماخذ ایک ہی ذات ہے اور وہ ہے نبی کریم ﷺ کی ذات کریمہ کہ جن کا فیض تمام سلاسل میں جاری وساری ہے۔

کہیں غوث ہیں کہیں خواجہ ہیں کہیں داتا ہیں تو رضا کہیں
یہ جو سلسلے ہیں سلوک کے یہ انہیں کا فیض وانعام ہے

یادگارِ رفتگاں سیمینار۔ روئداد

پروفیسر ڈاکٹر مجید اللہ قادری

ادارۂ تحقیقاتِ امام احمد رضا کی جانب سے ۵/نومبر ۲۰۰۷ء بروز پیر، کراچی کے ایک ہوٹل پیراڈائز میں بعد نمازِ عشاء ایک یادگاری مجلس منعقد ہوئی جس کی صدارت نبیرۂ اعلیٰ حضرت شہزادۂ مفسر قرآن حضرت ابراہیم رضا خان قادری المعروف بہ جیلانی میاں علیہ الرحمۃ حضرت مولانا محمد منان رضا خاں منانی قادری رضوی نوری بریلوی مدظلہ العالی نے فرمائی جبکہ مہمانِ خصوصی بھارت سے آئے ہوئے ممتاز عالمِ دین حضرت مولانا محمد حنیف خاں رضوی مدظلہ العالی اور حضرت مولانا صغیر اختر مصباحی زید مجدہٗ تھے ان کے علاوہ پاکستان کے فاضل نوجوان حضرت مولانا اجمل رضا قادری بھی خصوصی دعوت پر گوجرانوالہ سے تشریف لائے تھے۔

ادارۂ تحقیقاتِ امام احمد رضا نے یہ مجلسِ یادگارِ رفتگاں مندرجہ ذیل علماء کی یاد میں منعقد کی تھی جنھوں نے تعلیماتِ رضویت کے فروغ میں اپنا بھرپور کردار ادا کیا اور ادارۂ ہٰذا کے بھی مخلصین میں سے تھے۔

۱۔ صدر العلماء حضرت علامہ مولانا تحسین رضا خاں قادری رضوی نوری بریلوی

۲۔ شرفِ ملت حضرت علامہ مولانا عبدالحکیم شرف قادری نقشبندی

۳۔ سلطان الواعظین حضرت علامہ ابوالنور محمد بشیر کوٹلوی

۴۔ صاحب وثائقِ بخشش (شرح حدائقِ بخشش) حضرت علامہ مولانا مفتی غلام یٰسین راز امجدی (تلمیذ صدر الشریعہ) علیہم الرحمۃ

مجلس کا آغاز تلاوتِ قرآن کریم سے ہوا اور اس کی سعادت ادارہ کے رکن حضرت مولانا ڈاکٹر منظور احمد سعیدی صاحب نے حاصل کی جب کہ حمد و نعت کی سعادت مولانا محمد ندیم اختر القادری صاحب نے حاصل کی۔ اس کے بعد مندرجہ ذیل مقررین نے اظہارِ خیال فرمایا:

۱۔ مولانا شاہ محمد تبریزی القادری
(تلمیذ حضرت مولانا غلام یٰسین امجدی علیہ الرحمۃ)

۲۔ مولانا محمد اسلم رضا قادری (مرید صدر العلماء) فاضل نوجوان اسکالر

۳۔ حضرت علامہ مولانا کوکب نورانی اوکاڑوی
(فرزندِ اکبر مولانا محمد شفیع اوکاڑوی علیہ الرحمۃ)

۴۔ حضرت علامہ مولانا سید شاہ تراب الحق قادری
(امیر جماعتِ اہلِ سنت، کراچی)

۵۔ حضرت علامہ مولانا مفتی منیب الرحمٰن
(ناظمِ اعلیٰ، مدرسہ نعیمیہ، فیڈرل بی ایریا)

۶۔ حضرت مولانا اجمل رضا قادری
(فاضل نوجوان اسکالر، گوجرانوالہ، پنجاب)

۷۔ صاحبزادہ سید وجاہت رسول قادری
(صدرِ ادارہ)

۸۔ حضرت مولانا صغیر اختر مصباحی
(استاذ جامعہ نوریہ رضویہ، بریلی شریف)

۹۔ حضرت مولانا محمد حنیف خاں رضوی نوری
(مؤلف جامع الاحادیث، پرنسپل جامعہ نوریہ رضویہ، بریلی شریف)

۱۰۔ نبیرۂ اعلیٰ حضرت مولانا محمد منان رضا خاں منانی قادری رضوی
(ناظمِ اعلیٰ، جامعہ نوریہ رضویہ، بریلی)

اس مجلس میں شہرِ کراچی کے ممتاز علماء و اسکالرز حضرات نے

شرکت کی۔ چند قابلِ ذکر نام ملاحظہ کریں:

۱۔ علامہ مفتی شاہ حسین گردیزی (مصنف ''الذنب فی القرآن'')

۲۔ پروفیسر ڈاکٹر غلام عباس قادری سکندری

۳۔ پروفیسر دلاور نوری

(پرنسپل پوسٹ گریجویٹ گورنمنٹ کالج، ملیر، کراچی)

۴۔ مولانا محمد اکرم سیالوی (استاذ شمس العلوم، جامعہ رضویہ، کراچی)

۵۔ حاجی محمد عبداللطیف قادری

(رابطہ سیکریٹری، ادارۂ تحقیقاتِ امام احمد رضا انٹرنیشنل، کراچی)

۶۔ حاجی محمد عارف برکاتی (سیکریٹری، برکاتی فاؤنڈیشن، کراچی)

۷۔ حاجی محمد حسین لاکھانی (پریس سیکریٹری، جماعتِ اہلِ سنت، پاکستان)

۸۔ پروفیسر ڈاکٹر ناصر الدین قادری (استاذ کلیۃ العلوم الاسلامیہ، جامعہ کراچی)

۹۔ علامہ مولانا محمد شعیب قادری

۱۰۔ علامہ ڈاکٹر محمد عارف خاں ساقی

۱۱۔ حاجی محمد حنیف طیب

۱۲۔ الحاج محمد رفیق پردیسی برکاتی

۱۳۔ صاحبزادہ فرحت حسن خاں قادری رضوی نوری ابن پیر طریقت حضرت شوکت حسن خان قادری رضوی

تمام مقررین نے اپنی تقاریر میں وصال شدہ علماء کرام کو زبردست خراجِ عقیدت پیش کرتے ہوئے ان کی علمی اور ملی خدمات پر روشنی ڈالی۔ خطبۂ صدارت دیتے ہوئے حضرت علامہ مولانا منان رضا خاں منانی میاں مدظلہ العالی نے ادارہ کی خدمات کو سراہا اور اس کی کارکردگی پر اطمینان کا اظہارِ خیال کرتے ہوئے ادارہ کے صدر کو مبارکباد دی کہ آپ لوگ وہ کام کر رہے ہیں، جس کے باعث لوگ بالخصوص اہلِ علم طبقہ نہ صرف اعلیٰ حضرت عظیم البرکت علیہ الرحمۃ کے علمی اور ملی کارناموں سے متعارف ہو رہا ہے بلکہ ساتھ ہی ساتھ آپ ان کے متوسلین علماء کی یادگار منا کر، ان کے علمی اور ملی کارناموں کو ضبطِ تحریر میں لا کر اور جدید جامعات کی سطح پر اان پر ایم۔ فل اور پی۔ ایچ۔ ڈی کے مقالات کے ذریعہ آئندہ نسلوں تک اعلیٰ حضرت، ان کے خلفاء، تلامذہ اور متوسلین علماء و مشائخ کا پیغام بھی پہنچانے کی اہم ذمہ داری ادا کر رہے ہیں اور لوگ اعلیٰ حضرت سے متعارف ہو رہے ہیں۔ خاص کر آپ نے ایک تاریخ رقم کی ہے کہ اب تک کسی شخصیت پر اتنی کثیر تعداد میں پی۔ ایچ۔ ڈی نہیں ہوئی جتنی آپ لوگوں کی محنت سے اسکالرز حضرات نے اعلیٰ حضرت پر پی۔ ایچ۔ ڈی کی سندیں حاصل کی ہیں۔ مجھے امید ہے کہ اب ہزاروں لوگ اعلیٰ حضرت کے علمی گوشوں پر سیر حاصل گفتگو کرتے ہوئے پی۔ ایچ۔ ڈی کی سندیں حاصل کریں گے۔

آخر میں صدرِ ادارہ صاحبزادہ سید وجاہت رسول قادری صاحب نے سب کا شکریہ ادا کیا اور علامہ محمد حنیف خاں کو ان کی تصنیفی خدمات کے اعتراف میں امام احمد رضا ریسرچ گولڈ میڈل پیش کیا۔ اس کے ساتھ ہی ایک بریف کیس میں کتابوں کا تحفہ اور ساتھ ہی نقد رقم بھی پیش کی گئی۔ آپ کے علاوہ مولانا صغیر اختر مصباحی صاحب کو بھی کتب کا تحفہ اور رقم نقد پیش کی گئی۔ آخر میں دعا و سلام کے ساتھ محفل کا اختتام ہوا اور محفل کے اختتام پر ایک یادگاری مجلّہ جو ۱۲۵ صفحات پر مشتمل تھا، لوگوں میں تقسیم کیا گیا۔ بعد میں حاضرین مجلس کی تواضع کی گئی۔

.... ☆☆☆ ....

انوار القرآن (مترجم: مولانا عبدالحکیم شرف قادری علیہ الرحمۃ) کے علمی محاسن

از: ڈاکٹر ممتاز احمد سدیدی الازہری

حضرت والد گرامی رحمۃ اللہ علیہ کو قرآن وحدیث کے ساتھ غایت درجہ کی محبت تھی وقتاً فوقتاً یہ محبت دل ودماغ میں بھی ثبت فرماتے رہتے تھے، انٹرنیشنل اسلامک یونیورسٹی اسلام آباد سے ایم اے عربی کا کورس مکمل کرنے کے بعد مجھے مقالے کے لئے موضوع کی تلاش ہوئی تو میرے سامنے کئی موضوعات تھے، مجھے خیال ہوا کہ کسی نحوی موضوع پر مقالہ لکھوں، حضرت والد صاحب سے مشورہ کیا تو آپ نے فرمایا: ''صرف ونحو، ادب و بلاغت غیرہ سب قرآن وحدیث کا فہم حاصل کرنے کے لئے ہیں، کہیں ایسا نہ ہو کہ ساری عمر قال سیبویہ، قال مبرد میں گزار دو، میں تمہاری زبان سے قال اللہ اور قال الرسول کے الفاظ سننا چاہتا ہوں۔'' تب میں نے قرآن کریم میں قسم کے نحوی استعمالات پر مقالہ لکھا۔

جب مجھے الازہر یونیورسٹی، قاہرہ میں ایم فل کا مقالہ لکھنے کا موقع ملا تب میں نے والد صاحب کے سامنے ادب میں مقالہ لکھنے کی خواہش ظاہر کی، تو آپ نے فرمایا: ''زندگی بہت قیمتی ہے کہیں اسے امرؤالقیس، عمر بن ربیعہ اور متنبی وغیرہ کی نذر نہ کر دینا، ادب فقط قرآن وحدیث کے مفاہیم تک پہنچنے کا ذریعہ ہے، چراغِ راہ کو نشانِ منزل نہ سمجھنا'' یہ نصیحت قرآن وحدیث کے ساتھ آپ کے والہانہ تعلق کی عکاس ہے۔

ترجمۂ قرآن کی خواہش بہت عرصہ سے آپ کے دل میں کروٹیں لے رہی تھی اور کئی مرتبہ آپ نے اس خواہش کا اظہار کر کے ذمہ داری کی نزاکت اور حساسیت کا ذکر بھی فرمایا، اور ذمہ داری کو نبھا نہ سکنے کے خوف سے آپ نے عرصۂ دراز تک ترجمۂ قرآن کا آغاز نہ کیا، اور جب زبان کے ایک بے حد نازک اور تکلیف دہ آپریشن کے بعد آپ نے درس وتدریس سے کنارہ کشی کر لی تو آپ نے مورخہ ۳۰ جمادی الآخرہ ۱۴۱۹ھ بمطابق ۲۲ راکتوبر ۱۹۹۸ء کو اللہ تعالیٰ کی توفیق سے ترجمہ قرآن کا آغاز فرمایا جسے بعد میں ''انوار القرآن فی ترجمۃ مفاہیم القرآن'' کا نام دیا، ایک مرتبہ خوشگوار موڈ میں مجھ سے فرمایا: ''اگر میری زبان کی قوت گویائی پوری طرح بحال ہوتی تو شاید میں کسی اور دینی کام میں مصروف ہوتا اور یوں ترجمۂ قرآن کے لئے وقف نہ ہو پاتا جیسے کہ اب ہوں، یہ نبی رحمت ﷺ کے طفیل اللہ تعالیٰ کا خاص فضل وکرم ہے۔'' یہ بات آپ کی طرف سے تقدیر کے فیصلے پر راضی رہنے کی بہترین صورت تھی، یوں آپ نے انتہائی تکلیف دہ بیماری کو بھی سراپا تسلیم ورضا بن کر رحمت قرار دیا اور عملی طور پر آپ نے جس رفتار سے ان دنوں میں ترجمہ کیا وہ صحت کے ایام سے بہت مختلف تھی، آپ نے یہ ترجمہ ۲۴ محرم ۱۴۲۸ھ بمطابق ۱۳ فروری ۲۰۰۷ء کو مکمل کیا، اللہ تبارک وتعالیٰ قرآنِ کریم کی اس خدمت کو قبول فرما کر اسے قیامت کے دن آپ کی نیکیوں کے پلڑے میں شمار فرمائے۔

ترجمہ کے دوران بہت سے تراجم پیشِ نظر رہے جن میں سرفہرست شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کا فارسی ترجمۂ قرآن، امام احمد رضا خاں فاضل بریلوی، غزالی زماں علامہ سید احمد سعید کاظمی، ڈاکٹر حامد حسن بلگرامی کے ترجمے تھے، ایک ایک آیت کے زیادہ سے زیادہ ترجمے دیکھتے تھے، تفسیر قرطبی، تفسیر کبیر، روح المعانی، جلالین مع صاوی، تفسیر سمرقندی، مظہری اور المقتطف من التفاسیر وغیرہ کو بھی دیکھتے تھے اور جب تک مکمل اطمینان نہ ہو جاتا قلم نہ اٹھاتے تھے، پھر خاص خاص آیات پر احباب سے بہت کھلے دل کے ساتھ مشورہ بھی کرتے تھے اور جس مشورے کو موزوں خیال کرتے اسے کسی تردد کے

بغیر قبول بھی فرماتے، اس سلسلے میں کچھ پارے مشوروں اور تجاویز کے لئے حضرت پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد صاحب مدظلہ العالی کو بھی ارسال فرمائے، اور حضرت علامہ مولانا علی احمد سندھیلوی حفظہ اللہ تعالیٰ سے مشورے کے لئے بعض آیات پر نشان لگا کر رکھتے، ہمارے فاضل دوست مولانا خادم حسین رضوی صاحب، مولانا ریاض الدین اشرفی، محترم عبدالستار طاہر اور برادرِ عزیز مشتاق احمد نے بعض مقامات پر کوئی مشورہ پیش کیا تو آپ نے اسے خندہ پیشانی سے قبول فرمایا، بلکہ مولانا ریاض الدین کے بارے میں تو بعد میں کئی لوگوں کو بتایا کہ اس عزیز نے مجھے یہ صائب مشورہ دیا ہے، یوں آپ چھوٹے بڑے کی تفریق کے بغیر ہر کسی کا مناسب اور موزوں مشورہ کھلے دل سے قبول فرماتے فقط اس خیال سے کہ اتنی چھلنیوں سے گزر کر ایسا ترجمہ سامنے آئے جو غلطیوں سے ممکنہ حد تک پاک ہو۔

اچھی تفاسیر کی جستجو میں رہتے تھے، ایک مرتبہ آپ نے مفکرِ اسلام علامہ سید ریاض حسین شاہ صاحب سے پوچھا: عصر حاضر کی تفاسیر میں کون سی تفسیر عمدہ ہے؟ تو حضرت شاہ صاحب مدظلہ العالی نے ابن عاشور کی ''التحریر والتنویر'' کا نام لیا، چند دنوں بعد یہ تفسیر آپ کی لائبریری میں تھی، اور جب آپ کو پتہ چلا کہ امام ابوالحسن ماتریدی کی تفسیر ''تاویلات اہل السنۃ'' فلاں جگہ سے دستیاب ہے تو بذات خود یہ کتاب خریدنے کے لئے تشریف لے گئے، راستے میں مجھ سے فرمانے لگے: ''جب حضرت پیر محمد کرم شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ تعلیم کے لئے الازہر روانہ ہوئے تو شیخ الاسلام حضرت خواجہ محمد قمر الدین سیالوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے انہیں اس کتاب کی تلاش کے لئے فرمایا تھا تب آپ کو قاہرہ میں یہ کتاب مطبوعہ صورت میں تو نہ ملی البتہ آپ نے اپنے پیرو مرشد کے لئے کیمرے کے ذریعے اس مخطوطے کی تصویریں بنالیں، اور پھر یہ بنڈل واپسی پر حضرت شیخ الاسلام کی خدمت میں پیش کر دیا۔'' جس کے بارے میں حضرت والد صاحب نے فرمایا: ''میں نے بھی سیال شریف میں اس مخطوطہ کی زیارت کی ہے۔''

عصر حاضر میں دنیا بھر کی بڑی بڑی یونیورسٹیوں میں جہاں جہاں ادب پڑھا اور پڑھایا جاتا ہے وہاں ایک مضمون ادب کا تقابلی مطالعہ Comparative Literature پڑھایا جاتا ہے، اس مضمون کے ماہرین دو مختلف زبانوں کے ادب سے دو شخصیتوں کی شاعری یا نثر میں مقارنہ کرتے ہیں، اور اگر ایک ہی زبان کے دو ادیبوں کی کاوشوں کا تقابلی جائزہ لیا جائے تو عرب حضرات اس کو موازنہ کہتے، اس مضمون کے ماہرین کا خیال ہے کہ ایک زبان کا ادب دوسری زبان میں اپنی تمام تر رعنائیوں اور معنی آفرینیوں کے ساتھ پوری طرح منتقل نہیں کیا جاسکتا، اس تناظر میں جب ہم قرآن پاک کو دیکھتے ہیں جو عربی ادب کے سنہری دور میں نازل ہوا، اور اس نے اپنی فصاحت و بلاغت، معنی آفرینیوں اور علم و حکمت کے سربستہ رازوں کو لئے ہوئے جزیرۃ عربیہ کے نامور شاعروں اور نثر نگاروں سے مطالبہ کیا کہ اگر صاحب قرآن کی دعوت پر لبیک نہیں کہتے ہو تو قرآن کی کسی سورت جیسی ایک سورت تو لا کر دکھادو، اس وقت قرآن کی فصاحت و بلاغت اور معجز بیانی کے سامنے فصاحت و بلاغت کے دعویداروں کی بے بسی قابلِ دید تھی جسے امام احمد رضا خان فاضل بریلوی نے یوں الفاظ کا جامہ پہنایا ہے۔

ترے آگے یوں ہیں دبے لچے فصحا عرب کے بڑے بڑے
کوئی جانے منہ میں زباں نہیں، نہیں بلکہ جسم میں جاں نہیں

وہ زندۂ جاوید کتاب جس کی مختصر ترین سورت جیسی سورت کی مثال عربی زبان و ادب کے سنہری دور سے لے کر آج تک نہ لائی جاسکی، اور وہ کتاب ہدایت جس کی تفسیر کرتے ہوئے مفسرین نے ہر دور میں حکمت و دانش کے ایسے خزانے دریافت کیے جو ختم ہوتے دکھائی نہیں دیتے، اور تفسیر قرآن کا صدیوں سے جاری یہ سلسلہ قیامت تک جاری و ساری رہے گا، اس آفاقی کتاب کا حتمی ترجمہ ناممکن ہے اس لئے عرب علماء کہتے ہیں: ''قرآن کے جو معانی ہمیں سمجھ آتے ہیں ان کا اپنی بساط کے مطابق ترجمہ ممکن ہے'' اور اس ترجمہ کو تفسیر کی ایک قسم

خیال کیا جاتا ہے۔

تفسیر کی انواع واقسام میں تفسیر بالماثور یعنی قرآن کی قرآن، حدیث اور اقوالِ صحابہ سے تفسیر کرنا سرفہرست ہے بطور مثال انوار القرآن سے فقط دو آیتوں کا ترجمہ پیش کرتا ہوں جن میں تفسیر بالماثور کی جھلک دیکھی جاسکتی ہے، ارشادِ ربانی ہے:

وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ لَا تُفْسِدُوْا فِي الْاَرْضِ قَالُوْٓا اِنَّمَا نَحْنُ مُصْلِحُوْنَ. (البقرہ: ۱۱)

اور جب انہیں کہا جائے: ''زمین میں دہشت گردی نہ کرو'' تو کہتے ہیں: ''ہم تو صرف اصلاح کرنے والے ہیں۔'' (انوار القرآن)

اس آیت مبارکہ کا ترجمہ جب میرے سامنے آیا تو میں نے حضرت والد صاحب سے پوچھا: ''لاتفسدوا'' کا معنی ''دہشت گردی نہ کرو'' کیسے ہوگا؟ تو فرمایا: ارشادِ ربانی ہے:

وَاِذَا تَوَلّٰى سَعٰى فِي الْاَرْضِ لِيُفْسِدَ فِيْهَا وَيُهْلِكَ الْحَرْثَ وَالنَّسْلَ ط وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ الْفَسَادَ. (البقرہ، ۲۰۵)

''اور جب وہ آپ کی مجلس سے رخصت ہوتا ہے تو زمین میں دہشت گردی کرنے کے لئے دوڑ دھوپ کرتا ہے، کھیتی اور جانداروں کو ہلاک کرتا ہے، اور اللہ دہشت گردی کو پسند نہیں فرماتا۔'' (انوار القرآن)

حضرت والد صاحب نے فرمایا: ''اس آیت میں کھیتی اور جانداروں کی ہلاکت کو فساد سے تعبیر کیا گیا ہے اور دہشت گردی کیا ہوتی ہے؟'' یہ بات سنتے ہی میرے ذہن میں بھی ''فساد فی الارض'' کا مفہوم واضح ہوگیا کیونکہ عصرِ حاضر میں ریاستی دہشت گردی کرنے والے اپنے عسکری جرائم کا اعتراف کرنے کی بجائے بڑی ڈھٹائی سے کہتے ہیں ''ہم تو صرف اصلاح کرنے والے ہیں'' اور اپنے آپ کو اپنی ہی زبان سے مستعمر بھی کہتے ہیں، جبکہ محکوم ممالک کا خون چوسنے کے عمل کو استعمار کا نام دیتے ہیں۔

یہ تو تھی قرآن سے قرآن کی تفسیر کی ایک مثال، اب انوار القرآن سے حدیث نبوی کے ذریعے قرآنی آیت کی وضاحت اور تفسیر میں معاونت حاصل کرنے کی مثال پیش خدمت ہے، فرمانِ الٰہی ہے:

وَسِعَ كُرْسِيُّهُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ. (البقرۃ، ۲۵۵)

''اس کی کرسی آسمانوں اور زمینوں سے کہیں وسیع ہے۔'' (انوار القرآن)

یہاں حضرت مترجم نے قرطبی (۲۷۸/۳) کے حوالے سے لکھا ہے: نبی اکرم ﷺ نے حضرت ابوذر غفاری سے فرمایا: ساتوں آسمان کرسی کے آگے ایسے ہیں جیسے جنگل میں ایک چھلہ پھینک دیا گیا ہو۔''

قرآن کریم افراد اور معاشروں کی اصلاح کے لئے نازل کیا گیا، نیز مثالی، دنیاوی اور روحانی زندگی کے لئے صحیفۂ ہدایت بنا کر بھیجا گیا، اور قرآن پر عمل پیرا ہونے کے لئے اسے سمجھنا از حد ضروری ہے، اسی ضرورت کے پیش نظر حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ ترجمۂ قرآن کو آسان تر بنانے کے مقصد کے لئے اردو کے محاورے اور اسلوب کو پیش نظر رکھتے تھے، بعض اوقات عربی متن میں کوئی لفظ بعد میں آیا تو اسے ترجمہ کے دوران شروع میں لے آتے، اور بعض اوقات دو آیتوں کو ملا کر اردو زبان کے اسلوب کے مطابق سلیس ترجمہ فرماتے

بطور مثال ایک آیت پیش خدمت ہے، نبی کریم ﷺ کو سفرِ معراج میں حاصل ہونے والے مشاہدے کا ذکر قرآن میں یوں آیا ہے:

وَلَقَدْ رَاٰهُ نَزْلَةً اُخْرٰى ۝ عِنْدَ سِدْرَةِ الْمُنْتَهٰى. (النجم، ۱۳ تا ۱۴)

''اور بے شک انہوں نے اس جلوے کو سدرۃ المنتہٰی کے پاس دوبارہ دیکھا۔'' (انوار القرآن)

ان دونوں آیتوں میں عربی زبان کے اسلوب اور محاورے کے مطابق ربط بھی موجود ہے اور روانی بھی۔ حضرت والد صاحب نے ان دونوں آیتوں کا اکٹھا ترجمہ کر کے اردو زبان کے اسلوب کو بھی خوب نبھایا اور ''وَلَقَدْ رَاٰهُ نَزْلَةً اُخْرٰى'' کا ترجمہ بالکل آخر میں کیا، اس طرح اردو عبارت میں بھی سلامتی اور روانی پیدا ہوگئی جو تحت اللفظ

ترجمے میں اس خوبصورتی سے یقیناً موجود نہ ہوتی۔ مذکورہ اسلوب میں قرآن کریم کی منشا اور مراد سے قریب رہنے کی کوشش بھی دکھائی دیتی ہے۔

انوارالقرآن کے محاسن میں سے ایک یہ بھی ہے کہ سلاست کے لئے قرآنی عبارت اور الفاظ کو نظر انداز نہیں کیا گیا بلکہ قرآنی الفاظ کے قریب رہنے کی کوشش کی گئی ہے، درج ذیل آیت کے ترجمے میں یہ کوشش واضح طور پر دیکھی جاسکتی ہے، ارشاد ربانی ہے:

اِذْ یَغْشَی السِّدْرَۃَ مَا یَغْشٰی. (النجم: ۱۶)

''جب سدرہ پر چھا رہا تھا وہ حسن جو چھا رہا تھا۔'' (انوارالقرآن)

اس آیت مبارکہ کے ترجمہ میں ''چھا رہا تھا'' دو مرتبہ آیا ہے کیونکہ عربی عبارت میں ''یغشی'' بھی دو مرتبہ آیا ہے، اس کے ترجمے کو دوبارہ ذکر کرنے کے بجائے ایک مرتبہ ذکر کرنے پر بھی اکتفا کیا جاسکتا تھا، لیکن صاحب انوارالقرآن بڑے اہتمام سے اس کا ترجمہ دو مرتبہ ہی لائے ہیں، قرآنی الفاظ کے اہتمام کی کوشش اس خوبصورتی سے کی گئی ہے کہ زبان و بیان کی چاشنی میں بھی کسی قسم کی کمی واقع نہیں ہوئی، ایک مرتبہ آپ نے مجھے ایک ترجمہ دکھاتے ہوئے فرمایا: دیکھو ترجمہ کیسا ہے؟ آپ نے جس آیت کا ترجمہ دکھایا تھا میں نے غور سے پڑھا تو اس میں ادبی چاشنی تو تھی لیکن یہ ترجمہ قرآنی ٹیکسٹ سے تھوڑا سا دور تھا، میں نے حضرت والد صاحب سے اپنا یہ تاثر عرض کیا تو فرمانے لگے: ''میں تمہیں یہی چیز دکھانا چاہ رہا تھا۔ یہ ترجمۂ قرآن میں احتیاط کا ایک پہلو تھا۔ صاحب انوارالقرآن کی زندگی کا بڑا حصہ تفسیر، حدیث اور دیگر عربی و اسلامی علوم پڑھانے میں گزرنے کے باعث آپ کی علم تفسیر، اصول تفسیر اور اصول ترجمۂ قرآن پر گہری نظر تھی، اور ان سارے علوم میں مہارت نے آپ کے ترجمۂ قرآن کو زیادہ معتبر اور مستند بنادیا، آپ نے سورۃ فاتحہ کی آخری آیت کا جو ترجمہ کیا ہے اس سے علم نحو پر آپ کی گہری نظر کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے یہ آیت اور اس کا ترجمہ درج ذیل ہے:

غَیْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَیْھِمْ وَلَا الضَّآلِّیْنَ. (الفاتحہ: ۷)

''جو نہ تو غضب کا نشانہ بنے اور نہ ہی گمراہ ہوئے۔'' (انوارالقرآن)

اس ترجمہ پر حاشیہ میں لکھتے ہیں: یہ ترجمہ اس لئے کیا گیا ہے کہ ''غیر المغضوب علیھم'' بدل ہے ''الذین'' سے معنی یہ ہیں کہ جنہیں انعام دیا گیا ہے وہی لوگ ہیں جو غضب اور گمراہی سے محفوظ رہے (تفسیر بیضاوی صفحہ ۱۰) اور یہ جو ترجمہ کیا جاتا ہے کہ ''نہ ان کا جن پر غضب ہوا اور نہ گمراہوں کا'' وہ بھی صحیح ہے، اس میں مفہوم بیان کیا گیا ہے۔ (شرف قادری)

مندرجہ بالا سطور سے جہاں انوار القرآن کی علم نحو پر گہری نظر کا اندازہ ہوتا ہے وہیں سابقہ تراجم کیلئے احترام کا عنصر بھی واضح طور پر دکھائی دے رہا ہے، اور یہ حضرت صاحب کی وسعت نظری کی بہترین دلیل ہے، آپ نے کئی آیات کا منفرد ترجمہ کیا، ایسی آیات کا ترجمہ احباب کو دکھایا اور سنایا کرتے تھے، ایک مرتبہ ایک آیت دکھا کر مختلف تراجم دکھائے پھر آخر میں اپنا ترجمہ دکھایا جو بہت منفرد تھا، میں اس ترجمہ کو پڑھ کر جھوم گیا، تب آپ نے فرمایا: میں فلاں بزرگوں کے قدموں کی خاک بھی نہیں ہوں لیکن میں نے وہی ترجمہ لکھا ہے جو اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے مجھے سمجھ آیا ہے۔

حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ ترجمہ کے دوران قوسین میں وضاحتوں کو ترجمے کی طوالت کا باعث خیال کرتے تھے، اور ایسے اسلوب سے ترجمہ فرماتے کہ قوسین میں وضاحت کی ضرورت ہی نہ رہتی تھی، لیکن جہاں کہیں اس وضاحت کی بڑی ضرورت پڑی وہاں ضرور وضاحت فرما دیتے، درج ذیل آیت کریمہ اور اس کا ترجمہ ملاحظہ فرمائیں کہ یہاں وضاحت کی کتنی شدید ضرورت تھی جسے آپ نے خوبصورتی سے پورا فرمایا۔ فرمان الٰہی ہے:

وَلَنْ تَرْضٰی عَنْکَ الْیَھُوْدُ وَلَا النَّصٰرٰی حَتّٰی تَتَّبِعَ

مِلَّتَهُمْ ط قُلْ اِنَّ هُدَى اللّٰهِ هُوَ الْهُدٰى ط وَلَئِنِ اتَّبَعْتَ اَهْوَآءَ هُمْ مِنْ بَعْدِ الَّذِيْ جَآءَكَ مِنَ الْعِلْمِ مَالَكَ مِنَ اللّٰهِ مِنْ وَّلِيٍّ وَّلَا نَصِيْرٍ. (البقرہ: ۱۲۰)

اور یہود ونصاریٰ آپ سے ہرگز راضی نہیں ہوں گے جب تک آپ ان کے دین کی پیروی نہیں کرتے، آپ فرمادیجئے: اللہ کی ہدایت (اسلام) ہی ہدایت ہے'' اور (اے سننے والے!) تیرے پاس علم آجانے کے باوجود اگر تو نے ان کی خواہشات کی پیروی کی تو تجھے اللہ تعالیٰ کی گرفت سے بچانے والا نہ کوئی دوست ہوگا نہ مددگار۔ (انوار القرآن)

اس آیتِ مبارکہ کے ترجمہ میں قوسین کے درمیان ''اے سننے والے'' کا اضافہ نہ ہوتا تو عربی زبان اور اس کی نزاکتوں سے ناواقف عام آدمی کو کس قدر خوفناک غلط فہمی ہوسکتی تھی، اس بات کا بخوبی اندازہ کیا جاسکتا ہے، اس آیت کے علاوہ بھی جہاں جہاں حضور ﷺ کو مخاطب نہیں کیا گیا، وہاں ان وضاحتی کلمات کا اضافہ ضرور کیا گیا، تاکہ قارئین غلط فہمی کا شکار نہ ہوں۔

حضرت والد گرامی قدر رحمۃ اللہ علیہ نے ترجمۂ قرآن مکمل کرلیا تو اب اس پر نظر ثانی کا آغاز فرمایا: آپ نے آٹھویں اور نویں پارے سے آغاز فرمایا تو میں نے دیکھا کہ آپ نے تو سارے کا سارا ترجمہ ہی نیا کردیا ہے، اور آپ کی بیماری جس مرحلے تک پہنچ چکی تھی اس کا اگرچہ آپ کو بھی اندازہ تھا لیکن ہم نے آپ سے کبھی اس کا تذکرہ صراحت سے نہیں کیا تھا، مجھے سخت تشویش لاحق ہوئی کہ اس طرح نظر ثانی کیسے مکمل ہوگی؟ اور دل میں یہ خواہش تھی کہ ایک دفعہ پھر سارا ترجمہ آپ کی نظر سے گزر جائے، اس خواہش اور تشویش کے پیش نظر میں نے عرض کیا: ''اگر نظر ثانی جلد ہوجائے تو بہتر ہے'' والد صاحب فرمانے لگے: ''تمہیں جلدی کس بات کی ہے؟'' میں نے عرض کیا: ''ایک دفعہ یہ ترجمہ چھپ جائے پھر نظر ثانی ہوتی رہے گی، ویسے بھی طباعت میں تاخیر ہوتی جارہی ہے''۔ میں خاموش ہوگیا۔ اس بات کے بعد کافی دن گزر گئے ایک دن خود ہی فرمانے لگے: ''جسمانی کمزوری بڑھتی جارہی ہے، جتنی نظر ثانی مجھ سے ہوسکی وہ کرلی اب یہ تمہارے حوالے ہے باقی نظر ثانی خود کرلینا چند پاروں کے علاوہ باقی سب پاروں پر نظر ثانی کرلی تھی۔ اب پروف ریڈنگ کا سلسلہ جاری ہے، اللہ تعالیٰ اس ترجمۂ قرآن کو اپنی بارگاہ میں قبول فرمائے اور اسے درونِ مزار حضرتِ والد صاحب کے لئے انسیت کا ذریعہ بنائے، اور روزِ قیامت ترجمہ کی طباعت میں کسی طرح بھی تعاون کرنے والوں کے لئے باعثِ اجر وثواب بنائے۔

اللهم اغفره وارحمه وأحسن اليه والطف به، ووسع عليه مضجعه واجعل قبره روضة من رياض الجنة، واجعله مع النبيين والصديقين والشهداء والصالحين، واكرمه بصحبة الحبيب المصطفى صلى اللّٰه تعالىٰ عليه وسلم والنظر الى وجهك الكريم في جنة النعيم، وصلى اللّٰه تعالىٰ على سيدنا محمد وعلى اله واصحابه وبارك وسلم.

اعتذار

ماہنامہ ''معارفِ رضا'' جولائی تا ستمبر ۲۰۰۷ء کے تین شماروں میں امام الاولیاء حضرت سید محمد راشد پیر سائیں روزہ دھنی پر تین قسطوں میں مضمون شائع ہوا۔ غلطی سے اس کی سرخی میں پیر صاحب علیہ الرحمۃ کا اسم گرامی راشد کے بجائے ارشد لکھا گیا ہے۔ قارئین کرام تصحیح فرمالیں۔ (مدیر)

گنبد خضراء شریف کو گرانے کی ناپاک سازش

مولانا محمد فیاض احمد اویسی

گنبد خضراء شریف جس کی ضیاء پاشیوں سے کائنات روشن ہے، جس کی ہریالی سے عالمِ رنگ و بو کا سبزہ قائم ہے، جس کے تصور سے قلبِ مسلم کی دھڑکن وابستہ ہے،

☆ وہ گنبد خضراء جس میں محبوبِ خدا سرورِ انبیاء رحمۃ اللعالمین شفیع المذنبین ﷺ تختِ نبوت پر تشریف فرما ہیں اور اپنے دستِ اقدس سے اللہ رب العزت کے دیئے ہوئے انعامات کائنات کی ہر مخلوق میں تقسیم فرما رہے ہیں۔ اہلِ قلب و نظر سے پوچھئے کہ سنہری جالیوں کے سامنے انبیاء کرام علیہم السلام جھولیاں پھیلائے کھڑے ہیں، سید الملائکہ حضرت جبرائیل امین علیہ السلام تو قدمین شریفین میں اب بھی زائرین کے در سماعت پر یہ صدا دیتے ہیں کہ ع

ذرا سی بے ادبی کی تو عمر بھر کا سرمایہ گیا

☆ یہ گنبد خضراء جس کا دیکھنا اہلِ ایمان کی تسکین ہے جس کی زیارت کی آرزو میں آٹھوں پہر نہ جانے کئی لاکھ آنکھیں آنسو بہاتی ہیں اور کتنے دل تڑپتے ہیں۔

☆ یہ گنبد خضراء اہلِ ایمان کی متاعِ عظیم ہے۔ اس کے تحفظ کے لیے جہاں اللہ رب العزت نے ملائکہ کو مقرر فرمایا ہے، وہاں اہلِ ایمان کے قلوب میں یہ جذبہ عطا فرمایا کہ جس بد بخت نے اس کی طرف میلی آنکھ اٹھائی تو اہلِ ایمان نے اس کے ناپاک وجود سے زمین کو پاک کر دیا۔ صدیوں سے یہود، ہنود اور بے دین، لعین، اسلام دشمن قوتوں کی گندی آنکھوں میں گنبد خضراء کھٹک رہا ہے، وہ معاذ اللہ اس کے گرانے کے لیے ہر دور میں کئی رنگ و روپ بدل کر آئے مگر تاریخ کی ورق گردانی کرنے والے خوب جانتے ہیں کہ جب بھی کوئی بد قسمت اسلام کا لبادہ اوڑھ کر مدینۃ الرسول میں گنبد خضراء اور اس کے مکین رحمۃ اللعالمین علیہ التحیۃ والتسلیم کو گزند پہنچانے آیا تو حضرت نور الدین زنگی جیسے فاتح اسلام شیر دل غیور عاشقِ رسول ﷺ نے اس کا کام تمام کر دیا۔

اب بھی امتِ مسلمہ میں الحمد للہ لاکھوں نور الدین، علم الدین موجود ہیں جو تحفظ گنبد خضراء پر اپنی جان کا نذرانہ پیش کرنے کے لیے ہمہ وقت کفن بر دوش ہیں۔

موجودہ سعودی حکومت کے ساتھ نجدی شریعت کے معاملات کے ذمہ دار جو آل شیخ یعنی ابن عبد الوہاب کے چیلے چانٹے ہیں جنہیں دنیا وہابی کے نام سے جانتی ہے، وہ گذشتہ ایک صدی سے مزاراتِ محبوبانِ خدا سے دشمنی کر کے انگریز سے انعام وصول کر رہے ہیں۔ جنہوں نے جنت البقیع شریف، جنت المعلیٰ شریف میں مدفون ہزاروں صحابہ کرام، اہلِ بیت عظام، امہات المؤمنین، اولیاء امت کے مقدس مزارات پر بلڈوزر چلائے جس پر دنیا بھر کے کروڑوں اہلِ اسلام سراپا احتجاج بنے۔ ان کے ناپاک منصوبوں میں گنبد خضراء شریف کو گرانا بھی شامل تھا کیونکہ یہ اسلام کے لباس میں اسلام دشمن نجدی گنبد خضراء کو گرانا اپنے خام خیال میں بہت بڑا کارنامہ گردانتے ہیں مگر ع

پڑے خاک ہو جائیں جل جانے والے

کئی سال قبل نجدیوں نے اہلِ اسلام کے ایمان کو جانچنے کے لیے گنبد خضراء شریف کو گرانے کا شوشہ چھوڑا تھا تو دنیا بھر میں آگ لگ گئی۔ شاہ فہد نے وضاحتی بیان جاری کر کے مسلم دنیا کو ٹھنڈا کیا لیکن انہوں نے اپنے خبث باطنی کا اظہار یوں کیا کہ سیدہ طیبہ طاہرہ بی بی آمنہ رضی اللہ عنہا کے مزارِ مقدس پر بلڈوزر چلا کر اہلِ ایمان کے زخمی

قلوب پر نمک پاشی کی۔ اگر چہ دنیا بھر میں ایک شور بپا ہے مگر۔۔۔؟

اس سال فقیر اپنے قبلہ و کعبہ حضور والد گرامی مفسر اعظم پاکستان (حضرت علامہ محمد فیض احمد اویسی) مدظلہٗ کی معیت میں ۲۸ ر رمضان المبارک ۱۴۲۸ھ کو مسجدِ نبوی شریف میں افطاری کے لیے مختلف انواع واقسام کی نعمتوں سے سجے جنتی سفرہ پر بیٹھا تھا کہ کویت، جدہ اور بمبئی کے احباب آئے اور دل ہلا دینے والی خبر سنائی کہ ایک بد بخت نجدی ملّا نے کتاب لکھی ہے کہ معاذ اللہ گنبد خضراء شریف کو گرانا ایک مستحسن عمل ہے۔ سفرہ پر بیٹھے تمام احباب یکدم چونک گئے۔ شوکت حسین شاہ صاحب اور محمد عارف بھائی (کویت) کی ذاتی کاوش سے صلوٰۃ تراویح کے بعد کتاب کے دو نسخے ملے۔ کتاب کا نام ''زیارت مسجد مصطفیٰ ﷺ'' (فضائل و احکام) ہے۔ لکھنے والا کمبخت شاہد محمد شفیق، داعیہ مکتب دعوۃ وتوعیۃ الجالیات بالرس ہے۔ اس پر نظرِ ثانی نور الدین، داعیہ، مرکز توعیۃ الجالیات بالقصیم نے کی ہے جبکہ مکتب دعوۃ وتوعیۃ الجالیات فی محافظ بالرس ص ب (۶۵۶) سے طبع شدہ ہے۔ سنِ طباعت ۱۴۲۸ھ ہے، صفحات ۱۵۷ ہیں۔ یوں تو یہ پوری کتاب اپنے قاری کا دل جلاتی اور خون کے آنسو رُلاتی ہے۔ یوں محسوس ہوتا ہے کہ ؏

لباسِ خضر میں پھرتے ہیں راہزن کتنے

پوری کتاب میں مصنف نے ایڑی چوٹی کا زور لگا کر یہ کوشش کی ہے۔

یہ فاقہ کش جو موت سے ڈرتا نہیں ذرا
روحِ محمد (ﷺ) اس کے بدن سے نکال دو

کتاب میں کفار و مشرکین کی مذمت اور اصنام باطلہ پر لعنت و ملامت والی قرآنی آیات کو انبیاء کرام علیہم السلام و اولیاء کرام محبوبانِ خدا پر چسپاں کر کے اس نامراد مصنف نے اپنی دنیا و آخرت تباہ و برباد کرنے کا سامان کیا۔ ستم بالا ستم یہ کہ قرآنی آیات کو حضور نبی کریم ﷺ کی ظاہری حیات طیبہ تک محدود کر کے قرآن مقدس کے معجزہ تا قیامت ہونے کو چیلنج کیا مثلاً بارگاہِ رسالت مآب ﷺ میں حاضر ہونے والے حکمِ باری تعالیٰ وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ جَآءُوْكَ (الیٰ آخر آیہ) اگر اپنی جانوں پر ظلم کرلیں تو اے محبوب وہ تمہارے حضور حاضر ہو جائیں پھر اللہ تعالیٰ سے معافی چاہیں اور رسول ان کی شفاعت فرمائے تو ضرور اللہ کو بہت توبہ قبول کرنے والا مہربان پائیں گے۔ (پ۵، سورۃ النساء، آیت: ۶۴)۔ اس آیت کو مصنف نے کتاب کے ص: ۶۸، ۶۷ پر لاف گزاف مارتے ہوئے لکھا کہ درحقیقت یہ آیت آپ ﷺ کی زندگی کے لیے خاص ہے (ص: ۶۸)۔ اس عقل کے اندھے اور علم سے کورے ملّا سے کوئی پوچھے کہ پھر تمام قرآنی احکامات کو رسولِ کریم ﷺ کی ظاہری حیاتِ مبارکہ پر محمول کرتے ہوئے منسوخ تصور کیا جائے (العیاذ باللہ)۔ مثلاً ارشادِ باری تعالیٰ ہے کہ یٰٓاَیُّهَا النَّبِیُّ جَاهِدِ الْكُفَّارَ وَالْمُنٰفِقِیْنَ (الیٰ آخر) یعنی اے نبی ﷺ! کفار و منافقین سے جہاد کیجیے۔ اگر کوئی سوال کرے کہ جہاد کا حکم تو نبی کریم ﷺ کو دیا جا رہا ہے، لہٰذا آپ کے وصال با کمال کے بعد جہاد اہلِ اسلام پر کیونکر فرض ہو؟ نجدی شریعت میں اس کا کیا جواب ہوگا؟

☆ بد بخت مصنف نے نالائقی کی انتہا کرتے ہوئے یہ بھی لکھ مارا کہ مدینہ منورہ کا سفر، قبر (شریف) کی زیارت کے قصد سے کرنا ناپسندیدہ اعمال میں سے ہے (نعوذ باللہ)۔ یہ جملہ تو اس نے کتاب میں بار بار لکھ کر اپنے اعمال سیاہ کیے ہیں۔

☆ اس نے یہ بھی لکھا ہے کہ زائر کو یہ کہنا کہ وہاں جا کر نبی ﷺ کو میرا اسلام کہہ دینا، یہ سراسر بدعت ہے۔

☆ اس نے محبوبانِ خدا کے وسیلہ سے دعا مانگنے پر بڑی بحث کرتے ہوئے لکھا ہے کہ نبی ﷺ کی ذات کے وسیلہ سے دعا مانگنی جائز نہیں، نہ مدینہ اور نہ ہی عام اماکن سے نہ ہی دیگر انبیاء و اولیاء کی ذات وغیرہ کے وسیلہ سے۔ یہ شرک کی جڑ اور بسا اوقات شرکِ اکبر ہے (ص: ۷۳)۔ استغفر اللہ! کتنی بے حیائی سے مصنف نے کام لیا ہے۔ بات بات پر شرک کی رٹ سے لگتا ہے کہ نجدی شریعت میں شرک کے سوا اور کوئی سرمایہ ہے ہی نہیں۔ شریعتِ مطہرہ میں محبوبانِ خدا کے وسیلہ سے دعا مانگنا قبولیت کی علامت قرار دیا گیا ہے۔ قرآن پاک

میں اہلِ ایمان کو وابتغوا الیہ وسیلۃ میں وسیلہ تلاش کرنے کا حکم دیا گیا ہے مگر جو خَتَمَ اللّٰہُ عَلٰی قُلُوْبِھِمْ وَعَلٰی سَمْعِھِمْ وَعَلٰی اَبْصَارِھِمْ (جن کے دلوں اور کانوں اور آنکھوں پر اللہ تعالیٰ نے مہر لگا دی ہو) کے مصداق ہوں۔ سچ ہے کہ ع

دیدۂ کور کو کیا آئے نظر کیا دیکھے

یہاں تو مصنف کا یہ حال ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا بارگاہِ رسالت مآب ﷺ میں اپنی حاجات و مشکلات پیش کرنے والی صحیح احادیث کو ضعیف قرار دے کر اپنے بغض باطنی کا پورا پورا اظہار کر رہا ہے۔ اسے کہتے ہیں چوری اور سینہ زوری۔ پوری کتاب میں مصنف نے کیا کیا جاہلانہ باتیں لکھیں۔ شرک، بدعت اور حرام تو اس کا ورد و وظیفہ نظر آتا ہے۔ فقیر کا ارادہ ہے کہ کتاب کے لفظ بہ لفظ کا ردّ قرآن و حدیث سے پیش کر کے نجدی شریعت کی حقیقت کو آشکار کروں تا کہ دردِ دل رکھنے والے اہلِ ایمان کو معلوم ہو کہ اسلام دشمن قوتیں کیا کیا رنگ و روپ دھار کر اہلِ ایمان کے قلوب سے مغزِ قرآن، روحِ ایمان، جانِ دین، یعنی عشقِ سید المرسلین ﷺ کو نکالنے کے لیے مختلف قسم کے حربے استعمال کر رہے ہیں۔ اس ناپاک منصوبہ پر نا جانے کتنے ڈالر اور ریال بے حال خرچ ہو رہے ہیں مگر یہ حقیقت روزِ ازل سے روشن ہے کہ ع

ان پہ مر مٹنے کا جذبہ کل بھی تھا اور آج بھی ہے

☆ مصنف نے اس کتاب میں مزارات پر قبہ و گنبد بنانے پر ایک مستقل باب لکھا جس میں محبوبانِ خدا بالخصوص سرورِ انبیاء، شافعِ روزِ جزاء، نبی کریم، رؤوف و رحیم ﷺ کے گنبدِ خضراء شریف کے متعلق جو زبان استعمال کی (الامان والحفیظ) اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اسلام دشمن قوتوں نے اپنا سارا غلیظ مواد اس انسان نما بھیڑیے میں جمع کر کے اسلام کے لبادہ میں نجد روانہ کیا۔ کتاب کے ص: ۱۳۳ تا ۱۴۶ پر مزارات اولیاء بالخصوص گنبدِ خضرا شریف کو غیر شرعی فعل اور غلط عمل قرار دیا۔ لکھتا ہے کہ قبروں پر عمارتیں، قبے اور گنبد بنانا حرام ہے۔ العیاذ باللہ۔ ص: ۱۴۶ پر تو کمینے نے بغض و حسد کی آگ میں جل کر زبان درازی کی حد کر دی کہ نعوذ باللہ من ذالک۔ دل تھام کر عبارت پڑھیں کہ اللہ تعالیٰ مملکت سعودی عرب کو توفیق دے کہ اسے (گنبدِ خضراء کو) سنت کے مطابق کر دیں یعنی گنبدِ خضراء کو گرا دیں۔ خطِ کشیدہ عبارت پڑھ کر آپ اندازہ کریں کہ نجدی شریعت کے پیروکاروں کے سینے بغض اور کینے سے کتنے لبریز ہیں۔ یاد رہے کہ گذشتہ دنوں امریکی صدارت کے امیدوار نے اپنے انتخابی جلسہ میں یہ بکواس کی تھی کہ برسرِ اقتدار آکر مسلمانوں کے مقدس مقامات مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ پر حملہ کرے گا۔ اُس کے اس بیان سے عالمِ اسلام میں زبردست احتجاج ہوا، میڈیا میں بھی شدید ردِّ عمل ظاہر ہوا اور اخبارات میں اس کی مذمت میں اداریے لکھے گئے۔ مگر ادھر نجد میں امریکی ناپاک منصوبے کی تکمیل کے لیے نجدی ملاؤں نے پیپر ورک شروع کر دیا۔ اہلِ اسلام ہوشیار ہوں اور اپنے دشمن کو پہچانیں۔

☆ جبکہ قبل ازیں ڈنمارک اور یورپین ممالک میں گستاخانہ خاکے شائع ہوئے تو اہلِ ایمان کے جذبات آسمان کو چھونے لگے جو یقیناً ایمان کی علامات میں سے تھا۔

☆ برطانیہ نے شیطان رشدی کو 'سر' کا خطاب دیا تو چار دانگ عالم سے اہلِ اسلام کی صدائے احتجاج بلند ہوئی چونکہ وہ ظاہری دشمن ہیں۔ ادھر لباسِ خضر میں رہزن بن کر نجدی وہابی حملہ آور ہو رہے ہیں۔ مگر وہ گندی ذہنیت رکھنے والے کان کھول کر سن لیں کہ ع

اپنا سب کچھ گنبدِ خضرا کل بھی تھا اور آج بھی ہے

دریں حالات دنیا بھر کی اسلامی حکومتوں پر فرض عائد ہوتا ہے کہ سعودی حکومت سے پُر زور مطالبہ کریں کہ گنبدِ خضراء شریف کو گرانے کا نظریہ رکھنے والے ملعون شخص کو سرِ عام سولی پر لٹکائے تا کہ آئندہ کسی بد طینت کمینے کو گنبدِ خضرا کے متعلق ایسی بکواس کرنے کی جرأت نہ ہو۔ عوام الناس اہلِ اسلام غیرتِ ایمان کا مظاہرہ کر کے اپنی حکومتوں سے مطالبہ کریں کہ وہ سعودی حکمرانوں کو عالمِ اسلام کے جذبات سے آگاہ کریں۔

معارفِ کتب

تعارف وتبصرہ کتب

عمار ضیاء خاں

تحقیقی مقالہ: شیخ عبدالحق محدثِ دہلوی علیہ الرحمۃ (موضوعاتی مطالعہ)

مقالہ نگار: ڈاکٹر محمد یونس

ناشر: مکتبۃ الحق، کراچی

قیمت: 450روپے

تاریخ عالم کے ہر دور میں بعض شخصیات ایسی رہی ہیں جو علمی، روحانی، مذہبی اور کردار کی خوبیوں کے اعتبار سے عظیم ہوتی ہیں۔ وہ نظری اور علمی، دونوں اعتبار سے نمایاں حیثیت کی حامل ہوتی ہیں۔ ایسی شخصیات صرف اپنے عہد تک ہی محدود نہیں ہوتیں بلکہ ان کے افکار ونظریات اور تعلیمات آنے والی نسلوں پر بھی اثر انداز ہوتے ہیں۔

حضرت شیخ عبدالحق محدثِ دہلوی علیہ الرحمۃ جو ''شیخ محقق'' یا ''محقق علی الاطلاق'' کے لقب سے گیارہویں اور بارہویں صدی کے علمائے راسخین میں معروف ہیں، تاریخ عالم کی ایسی ہی نادرِ زمن شخصیات میں شمار ہوتے ہیں۔ ان کی علمی فتوحات اور مذہبی، سیاسی و عمرانی افکار کا چرچا عرب وعجم میں ہو رہا ہے۔ آپ کا دورِ حیات ۱۵۵۱ء تا ۱۶۴۲ء تک کا ہے، اس اعتبار سے آپ حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ کے نہ ہم عصر تھے بلکہ ہم عصر مجدد بھی تھے۔ حضرت مجدد کی طرح آج بھی آپ کے افکار ونظریات مسلمانانِ عالم کے ذہنوں کو روشنی دے رہے ہیں۔

کراچی کے ایک نوجوان محقق ڈاکٹر یونس قادری صاحب نے اس جید عالم، مجدد اور نابغۂ عصر شخصیت کو اپنی ڈاکٹریٹ کے مقالہ کا عنوان بنایا ہے۔ مقالہ کا اصل عنوان ''شیخ عبدالحق محدث دہلوی۔ موضوعاتی مطالعہ'' ہے جو پروفیسر ڈاکٹر منظور الدین احمد، سابق شیخ الجامعہ، جامعہ کراچی کی زیرِ نگرانی مکمل ہوا ہے اور کتابی شکل اختیار کر کے یہ اس عظیم شخصیت کا سوانحی خاکہ بن گیا ہے جس میں شیخ عبدالحق محدث دہلوی قدس سرہٗ کے حالاتِ زندگی، ان کی علمی وفکری عظمت اور اس دور کے تاریخی احوال بھی سامنے آتے ہیں۔ موضوع کو نبھاتے ہوئے ڈاکٹر صاحب نے صرف شیخ عبدالحق محدثِ دہلوی کی ذات وشخصیت کے حوالے سے دستیاب مواد پر اکتفا نہیں کیا بلکہ انہوں نے علماء و دانشوروں کی آراء، معاصر کتب جن میں اکبر نامہ، تزکِ جہانگیری، منتخب التواریخ اور طبقات الکبریٰ ودیگر نایاب کتب ومخطوطات شامل ہیں، سے خوشہ چینی کی ہے اور اس سلسلہ میں متعدد لائبریریوں کی سیکڑوں کتب کی ورق گردانی کی ہے۔ انگریزی معاصرین کے افکار کا تقابلی جائزہ بھی شاملِ تحقیق کیا ہے جو ان کی موضوع کو پوری مہارت کے ساتھ اہلِ علم کے سامنے پیش کرنے کی صلاحیت پر دلالت کرتا ہے۔ بڑی بات یہ ہے کہ گو کہ محقق کو شیخ عبدالحق محدثِ دہلوی علیہ الرحمۃ سے ان کے علمِ بے بہا اور بلند پایہ روحانی بزرگ ہونے کی حیثیت سے عقیدت ضرور ہے لیکن انہوں نے اس کے باوجود اپنی عقیدت ومحبت کو تحقیق کی راہ میں حائل نہیں ہونے دیا اور ان کی حیات کے ہر رخ اور کارناموں کی ہر جہت مستند دستاویزات اور تاریخی حوالوں سے مزین کرنے کی بھرپور سعی کی ہے کہیں بھی نقد ونظر کے اصولوں کو ہاتھ سے نہیں جانے دیا جو ایک قابلِ تحسین اور قابلِ تقلید عمل ہے۔ انہوں نے اپنے اس عمل سے قاری کو خود بخود شیخ محقق علی الاطلاق کی علمی اور روحانی عظمتوں کا اعتراف کرنے پر مجبور کر دیا ہے۔ یہ محقق کی ایک بڑی کامیابی ہے۔ گویا انہوں نے شیخ محقق علیہ الرحمۃ سے اپنی محبت وعقیدت کو تاریخی حقائق وسندات سے ثابت کر دکھایا ہے اور حضرت شیخ کی شخصیت سے سچے لگاؤ کا حق ادا کر دیا ہے۔

اس ضمن میں برصغیر میں مسلمان حکمرانوں کا بھی تذکرہ ایک

تاریخی پہلو ہے۔کتاب سے استفادہ حاصل کرنے کا خواہش مند اسے یقیناً ہفت پہلو تخلیق پائے گا اور شاید ہی کوئی پہلو ہو جس میں وہ تشنہ رہے۔زیرِ نظر مقالہ اس قابل ہے کہ اسے جامعات اور تحقیقی اداروں کی لائبریریوں میں رکھا جائے تا کہ طلباء اور اساتذہ یکساں طور پر اس سے استفادہ حاصل کرسکیں۔اس ضمن میں علم وفن کے فروغ سے محبت کرنے والے اہلِ ثروت کی بھی ذمہ داری ہے کہ وہ ایسی کتب کی ترویج و اشاعت اور تقسیم میں مصنف اور اشاعتی اداروں کے ساتھ بھرپور تعاون کریں۔اللہ تعالیٰ مصنف کو جزائے خیر عطا فرمائے اور ان کی تصنیف کو قبولِ عام بخشے۔آمین بجاہِ سید المرسلین ﷺ۔

نام کتاب: بہارِ شریعت حصہ شانزدہم (۱۶)
مصنف: صدر الشریعہ مولانا مفتی امجد علی اعظمی علیہ الرحمہ
ترتیب، تسہیل وتخریج: مجلس المدینۃ العلمیہ (دعوتِ اسلامی)
صفحات: ۳۰۹
سنِ طباعت: ۱۴۲۸ھ بمطابق ۲۰۰۷ء
ناشر: مکتبۃ المدینہ باب المدینہ، کراچی

بہارِ شریعت صدر الشریعہ بدر الطریقہ مفتی محمد امجد علی اعظمی علیہ رحمۃ اللہ القوی کی ایسی مفید تصنیف ہے جسے ہر مسلمان کو پڑھنا چاہئے کہ اس کتاب میں کہیں تو ایمان واعتقاد کو مستحکم کرنے کے اصول بتائے جارہے ہیں اور کہیں بدمذہبوں کے مذموم اثرات سے عوام کے شجرِ ایمان کو بچانے کے لیے پیش بندیاں کی جارہی ہیں، کبھی فرائض وواجبات کی اہمیت دلوں میں راسخ کی جارہی ہے تو کبھی سنن وآداب اور مستحبات کو اپنانے کی شفقت آمیز تلقین ہورہی ہے، کہیں مسلمانوں کی زبوں حالی کے اسباب کا تذکرہ ہے تو کہیں بدعات کا قلع قمع کیا جارہا ہے۔

اس عظیم تصنیف کی افادیت واہمیت کے پیشِ نظر تبلیغِ قرآن وسنت کی عالمگیر غیر سیاسی تحریک ''دعوتِ اسلامی'' کی مجلس ''المدینۃ العلمیہ'' نے بہارِ شریعت کو تخریج کے ساتھ پوری آن بان سے شائع کرنے کا جو عزم کیا تھا، اس میں کامیابیوں کا سفر جاری ہے۔اس سلسلے میں ''بہارِ شریعت'' کے پانچ حصے (حصہ اول تا پنجم) ''مکتبۃ المدینۃ'' سے شائع ہو کر علمائے کرام وعوام دونوں سے دادِ تحسین پا چکے ہیں۔الحمد للہ ذٰلک۔

پانچویں حصہ کے بعد ''بہارِ شریعت'' کا سولھواں حصہ منظرِ عام پر لایا جارہا ہے، جو کہ جامعات المدینۃ للبنات کے نصاب میں بھی شامل ہے۔اس حصے میں متعدد آدابِ زندگی مثلاً: کھانے پینے کے آداب، آدابِ لباس، آدابِ سفر وغیرہ اور حقوق العباد میں والدین کی خدمت اور صلۂ رحمی وغیرہ اور فضائل میں تلاوتِ قرآن، علم کی اہمیت وغیرہ کا بیان ہے نیز ان امور کا بھی تذکرہ ہے، جن سے ایک مسلمان کو اجتناب کرنا چاہیے، مثلاً: جھوٹ، غیبت، گالی، گلوچ، کینہ اور حسد وغیرہ۔ غرضیکہ اصطلاحِ معاشرہ اور تہذیبِ اخلاق پر بہارِ شریعت کے اس حصے میں کثیر مواد جمع ہے۔اس حصے میں تقریباً ۶۴ آیاتِ قرآنیہ، ۸۱۴ احادیثِ کریمہ اور ۵۲۸ مسائل کا ذخیرہ ہے۔دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کتاب کو عوام وخواص کے لیے نفع بخش بنائے۔

اس حصے پر بھی مجلس ''المدینۃ العلمیۃ'' کے ''شعبۂ تخریج'' کے علماء نے انتھک کوششیں کی ہیں، جن کی خصوصیات درج ذیل ہیں:

۱﴾ احادیث اور مسائلِ فقہیہ کے حوالہ جات کی اصل عربی کتاب سے مقدور بھر تخریج کی گئی ہے۔

۲﴾ آیاتِ قرآنیہ کو منقش بریکٹ ﴿﴾، کتابوں کے نام اور دیگر اہم عبارات کو Inverted Commas '''' سے واضح کیا گیا ہے۔

۳﴾ مصنف علیہ رحمۃ اللہ القوی کے رسم الخط کو حتی الامکان برقرار رکھنے کی کوشش کی گئی ہے۔

۴﴾ جہاں جہاں نبی اکرم ﷺ کے اسمِ گرامی کے ساتھ ''صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم'' اور اللہ عزوجل کے نام کے ساتھ ''عزوجل'' لکھا ہوا نہیں تھا وہاں بریکٹ میں اس انداز میں لکھنے کا اہتمام کیا گیا ہے۔(عزوجل)، (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم)

۵﴾ ہر حدیث ومسئلہ نئی سطر سے شروع کرنے کا التزام کیا گیا ہے اور عوام وخواص کی سہولت کے لئے ہر مسئلے پر نمبر لگانے کا بھی اہتمام کیا گیا ہے۔

۶﴾ اکابر مفتیانِ کرام سے مشورے کے بعد صفحہ نمبر ۱۸، ۲۲۶، ۲۳۳، ۲۴۲، ۲۴۶، ۲۹۴ پر مسائل کی ترجیح، توضیح وتطبیق کی غرض سے حاشیہ بھی دیا گیا ہے۔

۷﴾ مشکل الفاظ کے معانی حاشیے میں لکھ دیئے گئے ہیں۔

۸﴾ مصنف کے حواشی وغیرہ کو اسی صفحہ ہی پر نقل کردیا اور حسب سابق ۱۲منہ بھی لکھ دیا ہے۔

۹﴾ مکرر پروف ریڈنگ کی گئی ہے، مکتبہ رضویہ آرام باغ، باب المدینہ کراچی کے مطبوعہ نسخہ کو معیار بنا کر مذکورہ خدمات سرانجام دی گئی ہیں، جو درحقیقت ہندوستان سے طبع شدہ قدیم نسخہ کا عکس ہے لیکن صرف اسی پر انحصار نہیں کیا گیا بلکہ دیگر شائع کردہ نسخوں سے بھی مدد لی گئی ہے۔

۱۰﴾ آخر میں ماٰخذ ومراجع کی فہرست، مصنفین ومؤلفین کے ناموں، ان کی سنِ وفات اور مطابع کے ساتھ ذکر کردی گئی ہے۔

بہارِ شریعت کی تخریج کا کام المدینۃ العلمیہ کی شعبۂ تخریج وتحقیق وتصنیف کی ایک اچھی کاوش ہے جو یقیناً علماء، دینی مدارس کے اساتذہ کرام اور ان عامۃ الناس تعلیم یافتہ لوگوں کے لئے ایک اچھا تحفہ ہے جو دین کی ترویج اور اشاعت اور اس کی تفہیم چاہتے ہیں۔ المدینۃ العلمیہ (دعوتِ اسلامی) کا یہ تحقیقی اور تصنیفی کام دوسرے دینی اداروں کے لئے بھی ترغیب اور تشویق کا باعث ہوگا۔

×××

نام کتاب:	شانِ صدیق اکبر بزبانِ فاتحِ خیبر رضی اللہ عنہما
مصنف:	الحاج مولانا حافظ محمد عطاء الرحمٰن قادری رضوی
صفحات:	۴۰
ہدیہ:	۲۰روپے
سنِ اشاعت:	جمادی الآخرۃ ۱۴۲۷ھ/ جولائی ۲۰۰۶ء
ناشر:	مکتبۂ اعلیٰ حضرت، الحمد مارکیٹ، دکان نمبر ۲۵، غزنی اسٹریٹ ۴۰، اردو بازار، لاہور۔

صحابۂ کرام علیہم الرضوان کا مقام ومرتبہ ساری امت سے افضل و اعلیٰ ہے۔ تمام صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم آسمانِ ہدایت کے ستارے ہیں، لیکن ان سب سے افضل حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں، اس پر اہلِ سنت وجماعت کا اجماع ہے۔ احادیث مبارکہ اور خاص طور پر اسد اللہ الغالب حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے ارشادات کے پڑھنے کے بعد کسی محبِ علی (رضی اللہ عنہ) کے لیے ان کی افضلیت کا انکار ممکن نہیں ہے یہ وہ ہیں جنہوں نے مردوں میں سب سے پہلے اسلام قبول کیا۔ پھر تبلیغ اسلام کی راہ میں آنے والی مشکلات کو خندہ پیشانی سے برداشت کیا۔ سفرِ ہجرت میں سرکار دوعالم ﷺ کی رفاقت و معیت کا شرف حاصل کیا۔ اسی مناسبت سے ''یارِ غار'' کا مشہور و معروف لقب آپ کو ملا۔ اللہ کے حکم سے اس کے محبوب کی بارگاہ سے انہیں صدیقِ اکبر کا خطاب ملا۔ وزیر ومشیر حبیب کبریا کا درجہ آپ کو حاصل ہوا اور اس کے علاوہ آپ کے فضائل کثیرہ قرآن کریم اور احادیث مبارکہ سے ثابت ہیں۔

انہی سعادتوں اور فضیلتوں کی وجہ سے اہلِ سنت کا یہ اجماعی عقیدہ ہے کہ حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ انبیاء ورسل علیہم السلام کے بعد ساری امت سے افضل ہیں۔ قرآن حکیم کی کئی آیات مبارکہ اور سرکار دوعالم ﷺ کی بیسیوں احادیثِ طیبہ سے یہ عقیدہ ثابت ہے۔

زیر نظر کتابچہ میں حضرت سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے وہ ارشادات جمع کیے گئے ہیں جن میں انہوں نے حضرت ابوبکر صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے ایسے ایسے فضائل ومناقب بیان فرمائے ہیں جنہیں پڑھ کر ایمان میں تازگی اور عقیدہ میں پختگی پیدا ہوتی ہے، ان ارشادات سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت علی شیر خدا، حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی افضلیت کا نہ صرف واضح الفاظ میں اقرار و اعتراف کرتے تھے بلکہ اس عقیدے کے خلاف بات کرنے والوں کو سزا دینے کا برسر منبر اعلان فرماتے تھے۔

کتاب کا نام ''شانِ صدیق اکبر بزبانِ فاتحِ خیبر رضی اللہ عنہما'' رکھا گیا ہے۔ اس میں فرموداتِ مرتضوی کی ترتیب یہ ہے کہ پہلے دو

آیات کی تفسیر حضرت علی المرتضیٰ کی بیان کردہ ہے۔ پھر انہی کی روایت کردہ ۱۰ احادیث پاک ہیں۔ پھر خاص آپ کے ارشادات ۳۰ ہیں۔ آخر میں سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اور حضرت علی شیر خدا کا باہمی مکالمہ ہے جو ''نورالابصار'' سے لیا گیا ہے۔ یہ تاریخی مکالمہ جس میں کئی احادیث پاک ہیں، دونوں جلیل القدر صحابہ کی باہمی محبت وعقیدت کا پکار پکار کر اعلان کر رہا ہے۔

ہر روایت کا حوالہ اصل عربی کتب سے دیا گیا ہے۔ کتاب کے آخر میں مآخذ ومراجع کے عنوان کے تحت ان کتب کے نام بمع اسمائے مصنفین وناشرین حروفِ تہجی کی ترتیب سے لکھ دیے گئے ہیں۔

فاضل نوجوان اور اعمالِ صالحہ سے آراستہ مولانا حافظ محمد عطاء الرحمٰن حفظہ اللہ نے پیشِ نظر رسالہ ''شانِ صدیق اکبر بزبان فاتحِ خیبر رضی اللہ عنہما'' میں حضرت فاتحِ خیبر رضی اللہ عنہ کے کثیر ارشادات جمع کر دیے ہیں جن سے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی عظمت وفضیلت کا پتا چلتا ہے، ان ارشاداتِ عالیہ کے پڑھنے سے ایمان تازہ ہو جاتا ہے۔

مولائے کریم فاضل عزیز کو جزائے خیر عطا فرمائے اور مزید علمی، اعتقادی اور اصلاحی کام کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

.... ××× ....

نام کتاب: امروٹی جو اصلی روپ (سندھی)

مؤلف: صاحبزادہ سید محمد زین العابدین راشدی

ہدیہ: درج نہیں

ملنے کا پتا: آستانۂ قادریہ، A-217، شادمان ٹاؤن، ملیر، کراچی۔

اس کتاب میں مولوی تاج محمود امروٹی کی وہابیت نوازی کی نقاب کشائی کی گئی ہے۔ اس کی وہابیت ودیوبندیت کو واضح کرنے کے لیے اکثر روایات ان کے گھر سے لی گئی ہیں۔ امروٹی کے وہابی ہونے کے لیے یہی کافی ہے کہ انہوں نے اپنے گاؤں ''امروٹ'' میں عبیداللہ سندھی فاضلِ دیوبند کو مدعو کر کے وہابیت کو عام کرنے کے لیے انہیں مدرسہ جاری کر کے دیا تا کہ انہیں سندھ میں وہابیت کا جال بچھانے میں آسانی رہے۔ انہی کے نظریات کو پروان چڑھانے کے لیے ایک ماہنامہ بھی سندھی زبان میں جاری کر کے دیا تا کہ وہ بھرپور طریقے سے دل جمعی کے ساتھ کام کر سکیں۔

اس کے علاوہ حضرت مؤلف نے تحقیق سے ثابت کیا ہے کہ امروٹی نہ فقط وہابی تھا بلکہ ہندو مسلم بھائی بھائی کے نظریات کے مبلغ گاندھی کا وفادار غلام، دیوبندیت کا سچا ترجمان اور کانگریسی مولویوں کا جاں نثار ساتھی تھا۔ حضرت مؤلف کی تحقیق انیق پر سندھ کے پندرہ مقتدر علماء ومشائخ اہلِ سنت کی تصدیقات وتقاریظ شاملِ اشاعت ہیں۔

رباعی تاریخ صدمۂ قطب ربانی

.......۲۰۰۷ء.......

مولانا تحسین رضا صاحب ولی اللہ

۲۰۰۷ء

رنجور وبے قرار۔ صابر سنبھلی

.......۱۴۲۸ھ.......

میں پوچھتا تھا مجھ کو بتایا جائے
اس عہد میں ہے کون جو جنّت پائے
ہاتف نے سنا اور کہا سُن صابر
فردوس میں تحسین رضا بھی آئے

.......۲۰۰۷ء.......

جس جا کسی شے میں نہ خرابی آئے
بوڑھوں پہ بھی واللہ جوانی آئے
اُس جا کا تھا مذکور کہ صابر نے سنا
فردوس میں تحسین رضا بھی آئے

.......۲۰۰۷ء.......

﴿ڈاکٹر صابر سنبھلی﴾

دور و نزدیک سے

ترتیب و پیشکش: عمار ضیاء خان قادری

پروفیسر سلیم اللہ جندران، منڈی بہاؤالدین، پنجاب:

امید کی جاتی ہے کہ آپ سالانہ امام احمد رضا کانفرنس ۲۰۰۸ء کی تیاریوں میں مصروف ہوں گے۔ ماشاء اللہ تقریباً تین دہائیوں سے تسلسل کے ساتھ سالانہ کانفرنس کا انعقاد بہت بڑی کامیابی ہے اور فروغ رضویات میں اسے سنگِ میل کی حیثیت حاصل ہے۔

پچھلے سال میں نے سالانہ ''معارف رضا'' کو انٹرنیشنل لیول کا جرنل تیار کرنے کے لئے تقریباً ۱۰۔۸ صفحات پر قلمی مواد ارسال کیا تھا جن میں Referees کے نام Corcent Letters اور آرٹیکلز کے evalution کا Pettern-Form اور دیگر متعلقہ تحریریں تھیں۔ آپ جس لگن اور جذبے سے خدمات انجام دے رہے ہیں وہ ہمارے لیے بے شک قابلِ رشک ہیں اور آپ اس حوالے سے Pre-occupied بھی ہیں بہرحال ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا کے مقاصد کے بہتر حصول کے لئے راقم مندرجہ ذیل مفروضات نہایت ادب سے پیش کرنے کی جسارت کر رہا ہے:

۱﴾ سالانہ معارف رضا جرنل کے معیار کو بین الاقوامی سطح پر لانے کے لئے "Step needed to start a journal at international level" کے عنوان سے تین صفحات پر مشتمل متعلقہ دستاویز ارسال خدمت ہے اسے پلیز ضرور ملاحظہ فرمائیں۔

۲﴾ نیشنل/ انٹرنیشنل ڈائرکٹری آف رضویات رائٹرز/سپروائزرز ترتیب دی جائے تاکہ رضویات پر مستقبل میں تحقیقی و تصنیفی کام کے لئے ارتباط و رہنمائی کے لئے آسانی سے ایسے مواقع میسر آسکیں۔ رضویات رائٹرز اور رضویات سپروائزرز کے لئے پہلے کوئی معروضی معیار (Objetive Criteria) ترتیب دیا جائے جس پر پورا اترنے والے لوگوں کو اس میں شامل کیا جائے۔

۳﴾ رضویات سے متعلقہ معیاری مسودات کی طباعت کے لئے واضح پالیسی تیار ہونی چاہیے۔ پھر اس پالیسی کی مناسب تشہیر ہو جس میں رضویات سے متعلقہ موضوعات کا تعین/مصنفین کے لئے شرائط اور ترغیبات کا تعین واضح ہو تاکہ تسلسل کے ساتھ رضویات پر میٹریل ڈویلپمنٹ کا کام جاری رہے اور آپ کو اچھے مسودات آسانی سے دستیاب ہوسکیں۔

۴﴾ ماشاء اللہ! ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا خود پہلے ہی ہمہ جہت خدمات انجام دے رہا ہے مندرجہ بالا مخصوص قسم کی خدمات کی انجام دہی کے لئے ان پراجیکٹس کو کسی اور ادارے کو تفویض کیے جانے کا لائحہ عمل پر بھی سوچا جا سکتا ہے اگر سپانسرنگ ممکن ہو!

۵﴾ عالمی جامعہ امام احمد رضا کے پلان پر کام کا اعلان خوش آئند تھا ربّ العزّت حضور علیہ الصلوٰۃ والثناء کا صدقہ نیک ارادوں کی تکمیل کے لئے وسائل اور اسباب عطا فرمائے! مخیّر حضرات کو اس سلسلہ میں آپ سے تعاون کی توفیق عطا ہو!

۶﴾ سالانہ جرنل معارف رضا ۲۰۰۸ء کے لئے 'Call for Papers' ریلیز کردی جائے تو مناسب ہوگا۔ آپ کو یاد ہوگا پچھلے سال 'Call for Papers' کا بروشر عنوانات/شرائط کے ہمراہ مفصل تیار کیا گیا تھا۔ ادارتی بورڈ کے دیگر فاضل اراکین سے مشورہ کے بعد اسے ماہنامہ معارف رضا میں مشتہر کرنا اور ویب سائٹ سے ریلیز کرنا مفید رہے گا۔

۷﴾ ڈاکٹر محمد سعید شاہد صاحب (راقم کے سپروائزر) پروفیسر دلاور خان صاحب کے لئے جرنلز کی دو کاپیاں ارسال کر رہے ہیں وہ اس خط کے ہمراہ بذریعہ رجسٹرڈ ڈاک بھیج رہا ہوں۔ پلیز یہ ان تک پہنچا دیں۔ نوازش ہوگی۔ شمارہ نمبر ۲ میں صفحہ ۲۸ پر دوسرا ریفرنس مجلہ امام احمد رضا

کانفرنس ۲۰۰۱ء سے متعلق ہے۔اسی طرح صفحہ ۳۰ پر گیارہواں ریفرنس آپ کے ایک آرٹیکل سے متعلق ہے۔ان ریفرنسز سے متعلقہ مواد صفحہ ۲۳ پر ملاحظہ کیا جاسکتا ہے۔ربُّ العزّت اپنے حبیب مکرّم ﷺ کے صدقہ میں آپ کو صحت وسلامتی، درازیٔ عمر سے نوازے۔

محترم پروفیسر ڈاکٹر مجید اللہ قادری صاحب، محترم پروفیسر دلاور خان صاحب، جناب محمد ریاض احمد صدیقی صاحب اور ادارہ کے تمام آفس اسٹاف کی خدمت میں مؤدبانہ سلام عرض ہے۔

ڈاکٹر محمد سعید شاہد صاحب آپ کو اور پروفیسر ڈاکٹر مجید اللہ قادری کو اُن کے بھرپور لگن اور مسلسل محنت اور اپنے اس نیک مشن سے وابستگی پر خراجِ تحسین پیش کر رہے تھے میں نے انہیں ان کے پیغام والا مُجلّہ کانفرنس ۲۰۰۷ء اور معارفِ رضا انگریزی ۲۰۰۷ء پیش کر دیا تھا۔ ادارۂ تحقیقاتِ امام احمد رضا جس تسلسل کے ساتھ اور باقاعدگی کے ساتھ ہر سال مقررہ تاریخ پر جرنل اور مجلّہ کی اشاعت اور کانفرنس کا انعقاد کر رہا ہے بلاشبہ بڑی بڑی یونیورسٹیز میں اس طرح کا انعقاد بوجوہ موخر ہوجایا کرتا ہے۔آپ کا اس تسلسل اور باقاعدگی کے ساتھ اس کام کے اجراء کی جس قدر تعریف کی جائے کم ہے۔ہاں اگر اس کام کا معیار کچھ اور بڑھ جائے تو مزید قابلِ تحسین ہوگا!

پروفیسر محمد اکرم رضا، گوجرانوالہ:

بحمد اللہ آپ نے کرم فرمایا، معارف رضا کا رُخِ انور جگمگایا۔ ''معارفِ رضا'' کا ماہانہ شمارہ ۵، شمارہ دوازدہم (میرے مضمون کا فوٹو اسٹیٹ) اور معارف رضا کا سالنامہ ۲۰۰۷ء کے ساتھ دو تین مختصر جسامت کی کتب بھی موصول ہوئیں۔انتہائی مسرّت ہوئی کہ آپ نے یاد رکھا۔فون پر آپ سے گفتگو کی حلاوت اب بھی میرے محسوسات کا حصہ بنی ہوئی ہے۔اس امر کی مسرّت ہوئی کہ میرا نام آپ کی فہرست میں تو آ گیا۔

بحمد اللہ آپ کی تحریریں پڑھیں۔یہ تحریریں (سالنامہ ۲۰۰۷ء) جہاں خاکہ نگاری اور سیرت شناسی کا حسین نمونہ تھیں۔وہاں آپ کے قلم نے خوبصورت تحریر، دلآویز انشاء پردازی، استعارے کے برجستہ استعمال اور حقائق کے اظہار کے لئے حُسنِ بیان کی بدولت انہیں خوب سجایا تھا۔سالنامہ تو مرقع آداب تھا ہی آپ کی تحریروں نے میرے لئے آپ سے حسنِ تعارف کے کتنے ہی دریچے ایک آن میں وا کر دیئے۔ آپ بہت بڑا کام کر رہے ہیں اور بڑے کام ہمیشہ بڑے لوگ ہی انجام دیا کرتے ہیں ؎

یہ کام ان کے ہیں جن کے حوصلے ہیں زیادہ

حکم کی تعمیل میں حضور فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ پر تازہ منقبت برائے اشاعت ارسال ہے۔آئندہ بھی یہ سلسلہ جاری رہے گا۔امید ہے کہ آپ بھی اپنے احکام سے نوازتے رہیں گے کہ مجھے کس شمارے کے لئے کیا لکھنا یا بھیجنا چاہئے۔

آپ نے فرمایا تھا کہ ''میرے اداریوں پر بھی دیباچہ لکھ دیں''۔ حضرت والا! نیکی اور پوچھ پوچھ۔اداریئے ترتیب دے کر بھیج دیں یا جیسا آپ ارشاد کریں، حکم کی تعمیل ہوجائے گی۔آپ کی دلکش تحریریں تو خود خراجِ محبت کا تقاضا کرتی ہیں۔

آپ کے رفیقِ خاص ممتاز ادیب و محقق پروفیسر ڈاکٹر مجید اللہ قادری صاحب کو بہت بہت سلام پہنچے۔آپ نے بھی کمال کی شخصیات سے معارفِ رضا کا گلشن آباد کر رکھا ہے۔خوشبو ہی خوشبو، لطافت ہی لطافت، قلم کی بھی اور ذہن وفکر کی بھی۔

آپ کی اہلیہ محترمہ کی مکمل صحت یابی کے لیے رب کریم سے بطفیلِ مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثناء عرض گذار ہوں۔خدا انہیں صحتِ کامل سے نوازے تاکہ آپ مزید توجہ سے کارہائے عظیم انجام دے سکیں۔

آپ کے ادارتی بورڈ میں دیرینہ شاگرد ریسرچ اسکالر سلیم اللہ جندران صاحب کا نام پڑھا۔بہت مسرت ہوئی۔خدائے کریم ان کے قلم کو مزید سرفرازی اور حسنِ تحقیق عطا کرے۔

.... ☆☆☆ ....

حاجی عبداللطیف قادری کو صدمہ

از: ندیم احمد قادری نورانی

ادارۂ تحقیقاتِ امام احمد رضا انٹرنیشنل، کراچی کے فنانس سیکریٹری و مجلسِ عاملہ کے ایک بہت مخلص رکن محترم جناب حاجی عبداللطیف قادری صاحب کی والدۂ ماجدہ زبیدہ خاتون زوجۂ جناب عبدالغنی صاحب مرحوم ۲۰ ذیقعد (۲۱ ویں شب) ۱۴۲۸ھ بمطابق ۲ر نومبر ۲۰۰۷ء، جمعہ اور ہفتہ کی درمیانی شب تقریباً گیارہ بجے اَسّی سال کی عمر میں اس دارِ فانی سے دارِ بقا کی طرف کوچ فرماگئیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون! آپ ایک نیک اور صالحہ خاتون تھیں اور نبیرۂ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں محدثِ بریلوی و جانشینِ مفتیِ اعظم ہند حضرت مصطفیٰ رضا خاں علیہما رحمۃ الرحمٰن حضرت علامہ مفتی اختر رضا خاں قادری الازہری مدظلہ العالی سے شرفِ بیعت رکھتی تھیں۔ آپ نے پس ماندگان میں پانچ صاحبزادگان حاجی عبداللطیف قادری، محمد رفیق، محمد سلیم، محمد جاوید، محمد اسلم اور چار صاحبزادیاں چھوڑیں۔ ادارۂ تحقیقاتِ امام احمد رضا انٹرنیشنل، کراچی اور ادارے کی اسلام آباد برانچ میں مرحومہ کے ایصالِ ثواب کے لیے فاتحہ خوانی اور دعائے مغفرت کی گئی۔ ادارے کے سرپرستِ اعلیٰ محترم علامہ پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد، صدرِ ادارہ محترم صاحبزادہ سید وجاہت رسول قادری، جنرل سیکریٹری محترم پروفیسر ڈاکٹر مجید اللہ قادری سمیت حضرت علامہ سید شاہ تراب الحق قادری صاحب، پروفیسر دلاور خاں وغیرہ تمام اراکینِ مجلسِ عاملہ نے مرحومہ کے انتقال پر گہرے دکھ اور غم کا اظہار فرمایا اور فاتحہ خوانی کے علاوہ دعا فرمائی کہ اللہ تبارک وتعالیٰ، مرحومہ کے تمام ذُنوب کی مغفرت فرمائے اور تمام سیّات اور خطاؤں کو معاف فرمائے اور اعلیٰ علیین میں بلندیٔ درجات، بروزِ محشر حضور سید المرسلین، شفیع المذنبین رحمۃ اللعالمین سیدنا محمد مصطفیٰ ﷺ کی شفاعت اور دُخولِ جنت الفردوس سے نوازے اور آپ کے تمام پس ماندگان، تمام صاحبزادگان، بالخصوص حاجی عبداللطیف قادری صاحب کو صبرِ جمیل کی توفیقِ رفیق بخشے! آمین بجاہِ سید المرسلین ﷺ

نوٹ: اس فقیر ندیم احمد قادری نورانی غُفِرَ لہٗ کے والد ماجد جناب سلیم احمد شیخ قادری رضوی عطاری صاحب علیہ الرحمۃ (ابن جناب محمد احمد شیخ صاحب مرحوم) بھی ۱۶ر شوال (سترہویں شب) ۱۴۲۸ھ مطابق ۲۹ر اکتوبر ۲۰۰۷ء پیر اور منگل کی درمیانی شب تقریباً سوا دس بجے وصال فرماگئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون! بوقتِ رحلت آپ کی عمر تقریباً ۵۷ سال تھی۔ آپ امیر دعوتِ اسلامی حضرت مولانا محمد الیاس قادری مدظلہ العالی سے شرفِ بیعت رکھتے تھے، سبز عمامہ سر پر سجاتے، تسبیحات وغیرہ میں مشغول رہتے تھے۔ نماز باجماعت کے خود بھی بڑے پابند تھے اور مجھ سمیت دوسرے لوگوں کو بھی نماز باجماعت کی نصیحت فرماتے تھے اور اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے آپ نے اپنے انتقال سے قبل آخری نماز (نمازِ عشاء) بھی جماعت کے ساتھ ادا کی اور اللہ! اللہ! کرتے ہوئے اس دنیا سے رخصت ہوگئے۔ حضرت علامہ مفتی جمیل احمد نعیمی مدظلہ العالی، حضرت علامہ سید محمد اعجاز نعیمی مدظلہ العالی، ادارۂ تحقیقاتِ امام احمد رضا کے صدر صاحبزادہ سید وجاہت رسول قادری مدظلہ العالی نے دکھ اور غم کا اظہار فرمایا اور ایصالِ ثواب کے لیے فاتحہ خوانی اور دعائے مغفرت فرمائی۔ ادارے کے جنرل سیکریٹری پروفیسر ڈاکٹر مجید اللہ قادری اور ادارے کے سرپرستِ اعلیٰ علامہ پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد مظہری مدظلہ العالی کے فرزند ارجمند مولانا ابو السرور محمد مسرور احمد مظہری، حضرت علامہ سید شاہ تراب الحق قادری، سیدی و مرشدی قائدِ ملتِ اسلامیہ حضرت علامہ شاہ احمد نورانی صدیقی رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ کے فرزند ارجمند حضرت مولانا شاہ انس نورانی صدیقی و دیگر علماء و مشائخ اور ادارے کے عملے نے اظہارِ افسوس کرتے ہوئے دعائے مغفرت فرمائی۔ میری ''معارفِ رضا'' کے تمام قارئین سے بھی مؤدبانہ درخواست ہے کہ وہ بھی ایک مرتبہ سورۂ فاتحہ (الحمد شریف) اور تین مرتبہ سورۂ اخلاص شریف پڑھ کر حاجی عبداللطیف قادری صاحب کی والدۂ ماجدہ اور میرے والدِ ماجد کو ایصالِ ثواب فرماکر دعائے مغفرت فرمائیں۔ اللہ تبارک وتعالیٰ ہمارے تمام محسنوں کو جزائے خیر سے نوازے اور میرے والد صاحب اور حاجی صاحب کی والدہ صاحبہ اور تمام مسلمانوں کی مغفرت فرمائے اور انہیں جنت الفردوس میں داخل فرمائے۔ آمین بجاہِ سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وٰالہٖ وصحبہٖ وبارک وسلم۔ والحمد للہ رب العالمین